مجلہ البرہان الحق

قرآنی آیات و کلمات میں اعدادی اشتراک

ایک تحقیقی مضمون ... کے قلم سے

C-295 میں ترمیم کیوں؟

چند علم حدیث کے بارے میں

اسلام اور رسک مینجمنٹ

قبر سے حصول فیض

غوث پاک کی گیارہویں

تذکرہ مولانا پیر محمد اشرف نقشبندی علیہ الرحمہ

صحیح البخاری کی کشف ظلمات زبیر علی زئی

قادیانیت انگریزی استعمار کی ضرورت اور پیداوار

فیصل خان کے قلم سے

التحقیقات الاسلامیہ فاؤنڈیشن

مکتابچہ سلسلہ

قائد کنز برہان عروجیہ

افکار حق کا ترجمان
واہ کینٹ

مجلہ البرہان الحق

شمارہ 2

مدیر اعلیٰ

افضل شاہد اعوان

0300-9129852

مدیر

سید بادشاہ تبسم بخاری

0300-5097394

مجلس مشاورت

علامہ پیر سید غلام مصطفیٰ شاہ

صاحبزادہ حافظ محمود احمد دریاوی

علامہ مفتی محمد عبدالسلام قادری

علامہ مفتی محمد ضیاء الرحمٰن قادری

علامہ مفتی کامران مسعود رضوی

مجلس ادارت

مفتی رضاء المصطفیٰ ظریف القادری (گوجرانوالہ)

علامہ پیر غلام رسول قاسمی نقشبندی (سرگودھا)

علامہ مفتی حافظ سردار علی خان (واہ کینٹ)

سید صابر حسین شاہ بخاری (اٹک)

علامہ مفتی سید صابر حسین (کراچی)

ناظم

ظفر محمود ... واہ کینٹ

عبدالقادر

نصیر القادری

0344-7519992

قانونی مشیر

عبدالغفور ساقی

نمائندگان

محمد سعید ... (لاہور) | حاجی محمد سعید (ہری پور)

مولانا حافظ ... الحق (راولپنڈی) | محمد ... (اسلام آباد)

قاری محمود الحسن (گوجر خان) | مولانا حافظ ... (UET ٹیکسلا)

حافظ محمد طارق ... | مولانا ... (واہ)

Email:alburhanwah@gmail.com

Email:zaf.wah786@gmail.com

نوٹ: کسی مضمون کی تمام تر ذمہ داری مضمون نگار پر ہوگی

مکتبہ فیضان سنت دکان نمبر 28 میلاد چوک واہ کینٹ

0343-5942217
0302-5122063

فہرست

اداریہ		3
قرآنی آیات اور روایات میں اعدادی اختلاف	افضل شاہد اعوان	5
ہم علم حدیث کے بارے میں (2)	ابو اسامہ ظفر القادری بکھروی	18
قبر سے حصول فیض (1)	کرنل (ر) الطاف محمود ملک	27
C_295 میں ترمیم کیوں؟	علامہ قاری محمود الحسن قادری	38
غوث پاک کی گیارہویں	علامہ غلام رسول قاسمی قادری نقشبندی	48
تہذیب جدید کے گمراہ کن مغالطے	حسن عمر باخبر	57
تذکرہ سید محمد اشرف نقشبندی علیہ الرحمہ	افضل شاہد اعوان	66
سیرت النبی کی تحقیق حملات اور علی (1)	فیصل شاہین	70
قادیانیت انگریزی استعمار کی ضرورت اور پیداوار	صادق علی زاہد	82
اسلام اور سٹاک ایکسچینج	مفتی سید صابر حسین	88
مسائل شریعت اور ان کا حل	حافظ محمد علی	93
تبصرہ کتب	افضل شاہد اعوان	96

اداریہ

صدائے دل

بسم اللہ الرحمن الرحیم O

''البرُہان سے البرُہان الحق تک''

معزز قارئین! جب ہم نے ایک مجلّہ کے اجرا کرنے کا فیصلہ کیا تو اس کے لیے مختلف اہل علم و دانش سے مشاورت اور غور و خوض کے بعد اسکا نام "البرُھان" رکھنے پر اتفاق کیا۔ جو کہ قرآن مجید کی آیت "قد جاء کم برھان من ربکم" سے ماخوذ ہے۔ دیگر شہروں کے ساتھ ساتھ لاہور کے دوستوں سے بھی اس حوالے سے ہم رابطے میں تھے۔ ہمیں کسی نے بھی یہ نہیں بتایا کہ اس نام سے پہلے ہی لاہور سے ایک مجلہ ایک دوسرے مکتبہ فکر کے لوگوں کی طرف سے شائع ہو رہا ہے اور نہ ہی ہمارے علم میں یہ بات تھی۔ جب ہمارا مجلّہ ''البرُھان'' کا پہلا شمارہ چھپ کر تقسیم ہو رہا تھا کہ جنوری کے آخر میں محترم جناب ڈاکٹر نور احمد شاہتاز صاحب مؤسس مجلّہ ماہنامہ ''فقہ اسلامی'' کراچی سے واہ کینٹ تشریف لائے تو میں نے انہیں مجلّہ البرُھان پیش کیا۔ دیکھنے پر جہاں انہوں نے خوشی کا اظہار کیا، پسند بھی فرمایا اور اس حوالے سے قیمتی مشوروں سے بھی نوازا وہاں ہی یہ بھی بتایا کہ اس نام سے پہلے ہی لاہور سے ایک مجلّہ چھپ رہا ہے۔ لہٰذا آپ یا تو نام تبدیل کریں یا اس کے ساتھ کسی لفظ کا اضافہ کریں تا کہ فرق واضح ہو جائے۔ انہوں نے کمال مہربانی فرماتے ہوئے کراچی واپس جا کر اس مجلّے کی ایک کاپی بھی روانہ فرما دی۔ ادھر لاہور سے محترم جناب محمد سعید مجاہد آبادی نے بھی مذکورہ مجلّہ کا ایک شمارہ بھیج دیا۔ چونکہ لاہور سے شائع ہونے والا مجلّہ "البرہان" رجسٹرڈ ہے۔ اس لیے ہمارے لیے ضروری ہو گیا کہ ہم اپنے مجلّہ کا نام اس سے منفرد کرنے کے لیے اس کے ساتھ کسی لفظ کا اضافہ کریں۔ چنانچہ باہمی مشاورت سے

ہم نے فیصلہ کیا کہ ہم آئندہ "البرھان الحق" کے نام سے اپنا کام جاری رکھیں گے۔

ہے جرم ضعیفی کی سزا مرگ مفاجات

راقم مجلہ "البرھان" کا پہلا شمارہ حضرت علامہ پیر عبدالقادر صاحب کی خدمت میں پیش کرنے کے لیے جامعہ رضویہ انوار العلوم واہ کینٹ حاضر ہوا تو اس وقت قبلہ پیر صاحب کے پاس ایک بزرگ چند احباب کے ساتھ تشریف فرما تھے۔ تھوڑی دیر کے بعد جب وہ رخصت ہو گئے تو پیر عبدالقادر صاحب نے مجھے بتایا کہ یہ صاحب سرحد کی فلاں گدی کے سجادہ نشین ہیں۔ بے چارے حالات کے ہاتھوں مجبور ہو کر اپنا علاقہ چھوڑ آئے ہیں۔ اس پر مجھے بھی بڑا افسوس ہوا اور اپنے دکھ کا اظہار بھی کیا لیکن ساتھ ہی یہ بھی عرض کیا کہ اس کے ذمہ دار بھی تو یہی حضرات ہیں کہ جنہوں نے اپنے اپنے زیر اثر علاقوں میں کما حقہ دینی کام نہیں کیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ آج تقریباً سارا سرحد بدمذہبوں کے شکنجے میں آ چکا ہے۔ ان بدمذہبوں نے ان حضرات کو اپنا علاقہ چھوڑنے پر مجبور کر دیا ہے۔ اس لیے کر دیا کا اصول یہی ہے کہ

جس کی لاٹھی اس کی بھینس

حضرت اقبال بھی یہی فرما گئے ہیں کہ ؎

ہے جرم ضعیفی کی سزا مرگ مفاجات

اب بھی اگر ہم بیدار نہ ہوئے اور خواب خرگوش کے مزے لیتے رہے تو اس "کینسر" سے ہم بھی محفوظ نہیں رہیں گے۔ خدارا ہوش کیجئے۔ خود بیدار ہو کر عوام اہل سنت کو بھی بیدار کیجئے۔ حالات کا تجزیہ کیجئے مضرات و مفادات پر نگاہ رکھئے۔ اپنی قوت کو مجتمع کیجئے اور آگے بڑھیے ورنہ ؎

تمہاری داستاں تک نہ ہوگی داستانوں میں

اللہ کا شکر ہے کہ حکومت پاکستان نے جہاد کے نام پر مسلح تنظیموں کو غیر مسلح کرنا شروع کر دیا

ہے بصورت دیگر یہ اہل سنت پر یلغار کے لیے پوری منصوبہ بندی کر چکی تھیں۔

ذرا نم ہو تو یہ مٹی بڑی زرخیز ہے ساقی

جب مجلہ ''الرحمان'' کا پہلا شمارہ منظر عام پر آیا تو ہمارے وہم و گمان میں بھی نہ تھا کہ اس کو اس قدر پذیرائی ملے گی۔ ایک ہفتے کے اندر اندر تمام کاپیاں تقسیم ہو گئیں اور ہر طرف سے مزید کاپیاں بھیجنے کے لیے کہا جا رہا تھا۔ کئی اہم علمی دوست اس سے محروم رہ گئے اور ہم پوری کوشش کے باوجود بھی ان کو ایک کاپی پیش نہ کر سکے۔ لہذا ہم اس نتیجے پر پہنچے کہ اگر کوئی کام پوری لگن اور محنت سے کیا جائے تو انسان کو مایوسی نہیں ہوتی بلکہ کامیابی قدم چومتی ہے۔ اور یہ سچ ہے کہ شاعر نے کہا ہے کہ

ذرا نم ہو تو یہ مٹی بڑی زرخیز ہے ساقی

اس دفعہ ہم تعداد اشاعت میں اضافہ کر رہے ہیں امید ہے کہ حسب سابق علمائے کرام، مشائخ عظام اور معزز قارئین اس کو پذیرائی بخشیں گے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کا حامی و ناصر ہو۔ آمین!۔

علامہ مفتی محمد عابد جلالی پر قاتلانہ حملہ

فروری **2011**ء کے وسط میں گوجرانوالہ میں بعض شرپسند عناصر نے ممتاز عالم دین حضرت علامہ مولانا مفتی محمد عابد جلالی پر قاتلانہ حملہ کیا۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے اس حملے میں آپ بال بال بچ گئے۔ ہم اس بزدلانہ حرکت کی بھرپور مذمت کرتے ہیں اور دعا گو ہیں کہ اللہ تعالیٰ ایسے ناپاک عزائم رکھنے والے فسادیوں سے تمام علماء اہل سنت کو محفوظ و مامون فرمائے۔

نوٹ: صفحات کے بالائی حصہ پر نمبر شمار کا تعلق موجودہ شمارہ سے ہے جبکہ زیریں حصہ پر موجود نمبر شمار کا تعلق جلد سے ہے۔

افضل شاہد اعوان (مدیر اعلیٰ الرازی)

افضل شاہد اعوان (مدنی ملی ازہری) ☆

قرآنی آیات و رکوعات میں اعدادی اختلاف

> یہ مضمون پہلی بار ماہنامہ "پاکستان" اسلام آباد میں ۲۸ فروری ۱۹۹۹ء کو شائع ہوا تھا بعد میں ماہنامہ "کنزالایمان" لاہور کے جولائی ۱۹۹۹ء میں شائع ہوا۔ بعد ازاں ماہنامہ "مشعل ہدایت" کا ہور میں جولائی ۱۹۹۹ء کے شمارہ میں شامل اشاعت ہوا اب مزید اضافوں کے ساتھ قدرے تفصیل سے پھر ہدیہ قارئین کیا جا رہا ہے (مضمون نگار)

بعض اوقات کچھ غلط باتیں اتنی مشہور ہو جاتی ہیں کہ عوام تو عوام خواص بھی انہیں صحیح سمجھنے لگتے ہیں۔ کچھ ایسی ہی صورتحال قرآنی آیات و رکوعات کی تعداد کے سلسلے میں سامنے آئی ہے۔ جب کسی سے یہ پوچھا جاتا ہے کہ قرآنی آیات اور رکوعات کی تعداد کتنی ہے تو وہ فوراً کہتا ہے کہ آیات کی تعداد 6666 ہیں اور رکوع 540 ہیں۔ اسی طرح قرآن سے متعلق کتب میں بھی عموماً یہی تعداد لکھی ہوئی نظر آتی ہے۔ ابتدائی تعلیم سے اعلیٰ تعلیم تک ہر کلاس کے نصاب میں بھی یہی تعداد لکھی ہوئی ہے حتیٰ کہ ریڈیو، ٹی وی کے معلوماتی اور مقابلے کے پروگراموں میں بھی یہی تعداد بتائی جاتی ہے۔ مزید یہ کہ کئی جید علمائے کرام اور صاحبان علم و دانش نے بھی اپنی کتب میں یہی تعداد درج کی ہے۔

چنانچہ مولانا نجم الدین اصلاحی صاحب نے لکھا ہے کہ! "کوفیوں کے نزدیک جن کی قرأت اس دیار ہند میں مروج ہے مشہور قول کے مطابق قرآن مجید کی آیات کی تعداد 6666 ہے"۔ ۱

پروفیسر عبد الصمد صارم الازہری نے لکھا ہے کہ! "قرآن مجید میں کل 6666 آیتیں ہیں"۔ ۲

☆ 0300-9129852

(۱) آداب حاملین قرآن حاشیہ ص ۱۹ (۲) تاریخ القرآن ص ۱۵۱

سید قاسم محمود نے اسلامی انسائیکلوپیڈیا میں آیات کی تعداد 6666 ہی لکھی ہے۔ اسی طرح سیارہ ڈائجسٹ لاہور اور ماہنامہ "ندائے اہل سنت" لاہور کے قرآن نمبروں میں بھی یہی تعداد درج کی گئی ہے۔ غرضیکہ ہم آج تک یہی سنتے اور پڑھتے آرہے ہیں لیکن حقیقت میں ایسا نہیں ہے اس ضمن میں ۱۲ اکتوبر ۱۹۹۲ء کو وزارت مذہبی امور نے اخبارات کو ایک پریس ریلیز جاری کیا تھا جس میں جملہ ناشرین قرآن کریم صوبائی محکمہ ہائے اوقاف اور تعلیمی و تدریسی اداروں کو ہدایت کی گئی ہے کہ حکومت پاکستان کے جاری کردہ نسخۂ قرآن مجید مطبوعہ انجمن حمایت اسلام لاہور کے مطابق آیات کی تعداد 6236 ہے لہذا اسے ہی صحیح تصور کریں اور سرکاری و غیر سرکاری دستاویز میں اسی تعداد کو بطور حوالہ درج کریں۔ میں یہ پڑھ کر ششدر رہ گیا کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ 430 آیات کا فرق ہو جو کہ معمولی نہیں ہے۔ چنانچہ یہ صورتحال کئی حضرات کے سامنے رکھی لیکن کوئی بھی ماننے کیلئے تیار نہ تھا اور حکومت کے اس اعلان کو شک کی نگاہ سے دیکھ رہا تھا۔ آخر میں نے سوچا کہ کیوں نہ خود آیات شمار کر کے دیکھ لوں تاکہ غلط فہمی دور ہو جائے۔ چنانچہ میں نے جب آیات شمار کیں تو مجموعہ واقعی 6236 آیا۔ اب سوائے تسلیم کے کوئی چارہ نہ تھا لیکن افسوس کی بات تو یہ ہے کہ برس ہا برس سے میری طرح لاتعداد لوگ غلط اعداد و شمار کو دل و دماغ میں بٹھائے ہوئے تھے لیکن کسی نے بھی یہ زحمت گوارا نہ کی کہ خود بھی تحقیق کر لے۔ اگر ہر سورت سے پہلے لکھی گئی بسم اللہ کو بھی ایک آیت مان کر 113 مزید آیات کو بھی شامل کیا جائے تو پھر بھی آیات کی تعداد 6666 نہیں بنتی۔

پروفیسر محمد اکرم مدنی کے مطابق سعودی عرب کی وزارت حج و اوقاف کی طرف سے شائع کردہ قرآن مجید جس کو "مصحف المدینۃ النبویۃ" کا نام دیا گیا ہے کے آخر میں ایک سرٹیفکیٹ دیا گیا ہے جس پر سعودی عرب کے پندرہ علماء و شیوخ پر مشتمل پروف ریڈنگ کمیٹی کے دستخط موجود ہیں۔ اس سرٹیفکیٹ کے ایک عربی پیرا کا ترجمہ پروفیسر صاحب نے

اس طرح کیا ہے!

"اس مصحف شریف میں تعداد آیت کا طریقہ کوفیوں والا ہے جو عبداللہ بن حبیب سلمی نے حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ جیسا کہ امام شاطبی کی کتاب "ناظمۃ الزہر" اور دیگر کتب میں ہے جو کہ علم الفواصل (وقف شمار آیات) کے متعلق لکھی گئی ہیں اور ان کے طریقے کے مطابق آیات کی گنتی 6236 ہے"۔ [1]

مصر کے مطبوعہ ایک قرآن مجید کے آخر میں دیئے گئے ضمیمے کا ایک عربی پیرا اور اس کا ترجمہ بھی اس حوالے سے بڑا اہم ہے:

"واتبعت في عد آياته طريقة الكوفيين عن ابي عبد الرحمن عبد الله بن حبيب السلمي عن علي بن ابي طالب حسب ما ورد في كتاب "ناظمة الزهر للامام الشاطبي و شرحها لابي عيد رضوان المخللاتي و كتاب ابي القاسم عمر بن محمد ابن عبد الكافي و كتاب تحقيق البيان لاستاذ الشيخ محمد المتولي شيخ القراء بالديار المصرية سابقا واى القران على طريقتهم ٦٢٣٦"۔

ترجمہ: (اس نسخہ قرآن میں) آیات کی تعداد کے ضمن میں اہل کوفہ کا وہ طریقہ اپنایا گیا جو ابو عبدالرحمٰن عبداللہ بن حبیب السلمی سے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے منقول ہے جیسا کہ امام شاطبی کی کتاب "ناظمۃ الزہر" اور اس کی شرح جو ابو عبید رضوان مخللاتی کی ہے۔ نیز ابو القاسم عمر بن محمد ابن عبدالکافی کی کتاب اور استاذ شیخ محمد المتولی جو مصر بھر میں سابقہ شیخ القراء ہیں ان کی کتاب "تحقیق البیان" میں مذکور ہے۔ ان کے طریقہ کے مطابق قرآن مجید کی آیات 6236 ہیں"۔ [2]

---

۱) ماہنامہ منہاج القرآن لاہور نومبر ۱۹۹۶ء بعنوان قرآنی آیات و کلمات کی صحیح تعداد

۲) ضمیمہ قرآن مجید مطبوعہ مصر ناشر شرکۃ مطابع مصطفی القاہرہ شعبان 1400ھ 1980ء

1974ء میں شائع ہونے والے انجمن حمایت اسلام لاہور کے قرآن پاک کے ضمیمے میں ہے!

"واشمار درہمہ قرآن بر تعداد کوفیاں کہ قرآت ایشاں در یں جا شکو است شش ہزار دو وصد وسی و شش اند"۔

ترجمہ: اور ان تمام آیات قرآنی کی تعداد کوفیوں کی قرأت کے مطابق جو یہاں مروج ہے 6236 ہے۔

شروع میں تو ان اعداد وشمار کو اکثر اہل علم نے زیادہ اہمیت نہیں دی البتہ بعض حضرات نے اس طرف توجہ دی ہے چنانچہ پہلی دفعہ میرا یہ مضمون جب مورخہ ۲۱ فروری ۱۹۹۵ء کو روزنامہ پاکستان میں شائع ہوا تو اس کے بعد نومبر ۱۹۹۶ء کے ماہنامہ "منہاج القرآن" لاہور میں پروفیسر محمد اکرم مدنی کا ایک مضمون بعنوان "قرآنی آیات ورکوعات کی صحیح تعداد" شائع ہوا جس میں انہوں نے اپنی تحقیق کے مطابق آیات کی تعداد 6236 اور رکوعات کی تعداد 558 ہی ثابت کی ہے۔

حضرت علامہ منیر احمد یوسفی نے ماہنامہ "سیدھا راستہ" لاہور بابت فروری ۱۹۹۷ء میں اپنی اور اپنے چند دوستوں کی مشترکہ تحقیق کے بعد آیات کی تعداد 6236 ہی لکھی ہے۔

حضرت علامہ غلام رسول سعیدی نے اپنی تفسیر "تبیان القرآن" کے مقدمہ میں لکھا ہے کہ "بعض جید محققین کی رائے ہے کہ کل آیات کی تعداد 6236 ہے"۔

قرآنی آیات ورکوعات کی تعداد کے سلسلہ میں یہ بے احتیاطی دیکھ کر قرآنی حروف کے ان اعداد وشمار پر یقین کرنا مشکل ہو گیا ہے جو کہ ہمارے سامنے آتے رہتے ہیں اگرچہ قرآنی آیات ورکوعات کی تعداد کے سلسلہ میں مختلف روایات موجود ہیں۔

چنانچہ قرآن مجید کی آیات کی تعداد میں جو اختلاف مولانا محمد عبدالغفور فاروقی نے

آیات کی تعداد مختلف قراءتوں کے مطابق کچھ اس طرح ہے

شامی	بصری	کوفی	اہل مدینہ	اہل عراق	کتابت کی ... مکہ معظمہ
6666	6250	6238	6216	6214	6212

کی طرح ... علامہ جلال الدین سیوطی علیہ الرحمہ نے الاتقان فی علوم القرآن میں نقل کیے ہیں۔

ڈاکٹر حسن ... احمد لکھتے ہیں:

علم القراءت کے پانچ مدارس ... مکہ معظمہ، مدینہ منورہ، بصرہ، کوفہ اور شام میں قائم تھیں۔ ہر درسگاہ نے آیات قرآنی کی تعداد الگ الگ بتائی جو درج ذیل ہے۔

☆ مکہ معظمہ کے مکتب خیال کے مطابق قرآن مجید کی آیات کی تعداد 6212 ہے۔

☆ اسمٰعیل بن جعفر مدنی کے بموجب آیات کی تعداد 6214 ہے۔

☆ اہل بصرہ کے مسلمانوں نے عاصم بن حجاج ... کی ... کو ... کے ... کے بموجب قرآنی آیات کی تعداد 6216 ہے۔

☆ کوفہ کے مسلمان حضرت علی ... کے ... تھے اس مکتب خیال کے بموجب قرآن مجید میں 6236 آیات ہیں۔ ... مسلمان ... کی ... جاتی ہے۔

☆ شام کے مسلمان حضرت عبداللہ بن عمر ... تھے ... اس مکتب خیال کے بموجب قرآنی آیات کی تعداد 6250 ہے۔

1. ... ابن ... جلال الدین ... مطبوعہ ...
2. الاتقان ... علوم القرآن ... مطبوعہ ...

ہو جاتا ہے۔ اللہ کے فضل و کرم سے قرآن کریم میں سر مو کوئی تبدیلی نہیں ہو سکی اور نہ قیامت تک کوئی ہو سکے گی۔ حفاظت کا ذمہ خود خالق کائنات نے لے رکھا ہے۔ قرآن مجید کی … کا … ہے تو یہ بھی توقیفی ہے۔ جس طرح … احادیث میں قرآن کے … کے بارے میں جو نصوص و روایات ملتی ہیں تو وہ … اور روایت کے لحاظ سے غیر متغیر اور ناقابل تبدیل ہیں۔

… امت مسلمہ قرآن پاک کے ایک ایک لفظ پر متفق ہے۔ تاہم قرآن مجید کی آیات کی تعداد کے متعلق جو اختلاف پایا جاتا ہے تو اس اختلاف کا نتیجہ یہ نہیں ہے کہ بعض شمار کرنے والے عبارت قرآنی میں اضافہ اور بعض اس میں کمی کے قائل ہیں بلکہ درحقیقت وقوف … جس کی بنا پر شمار آیات کا یہ اختلاف پیدا ہو گیا ہے۔ کوئی ایک وقف کا … اس روایت سے … تک پہنچی … ہو جاتا ہے … کمی کا اظہار کرتے ہیں وہ … ایک آیت شمار کرتے ہیں … پر … اس … کی … ہے …

… علوم القرآن میں … لکھتے ہیں

… آیات کی تعداد … پایا جاتا ہے … ص ۲۵۲-۲۵۱ پر لکھتے ہیں اس اختلاف کی … آیات … آگاہ … آیت … آیات … آیت … یہاں آیت ختم نہیں ہوتی۔[2]

… سے … ہے۔

۱۔ … ص ۳۲ …

۲۔ … ص ۲۹ …

"آیات کو شمار کرنا بہت مشکل اور دقیق کام ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ آیت کی طرف پر وقف فرماتے تھے اور بعض اوقات دو آیتوں کو ملا کر پڑھتے جس سے سننے والا یہ گمان کرتا کہ یہ ایک آیت ہے۔" ١

اور دوسرا معروف حوالہ میں تحت بارہ قرآن درج ہے:

"آیات کی تعداد میں اختلاف ہے اور اس اختلاف کی وجہ یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ بعض دفعہ آیات کے مقام پر فصل کرتے اور بعض دفعہ وصل فرماتے تھے چونکہ بعض لوگوں نے فصل کا اعتبار کیا ہے اور بعض نے وصل کا اس لیے تعداد میں کمی بیشی ہو گئی۔" ٢

یہی وجہ پروفیسر عبد الصمد صارم الازہری نے "تاریخ القرآن" میں اور ڈاکٹر سید محمد جمیل انجم شاہ نے "علوم القرآن" میں لکھی ہے۔

یہ وہ ذہنی بات ہے جو قرآن مجید میں ہے کہ آیات کی علامات میں فصول کی علامات اور تکمیل پیش نظر نہیں ہیں۔ قرآن کریم نے بہت سے مقامات ایسے ہیں کہ جب تعداد آیات کے بعد مکمل ہوتا ہے اور یہ بھی ہوتا ہے کہ ایک ہی آیت میں کئی کئی جملے آ جاتے ہیں۔ پتا معلوم ہوتا ہے کہ آیت کی حد بندی دو رکاموں اور آہنگ کو مد نظر رکھ کر کی گئی ہے۔

گزشتہ سطور میں مختلف علماء کی طرف سے آیات کی مختلف تعداد نقل کی گئی ہے لیکن حیرانی کی بات یہ ہے کہ 6666 کی تعداد کسی سے بھی مروی نہیں ہے۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ یہ تعداد کیونکر مشہور ہو گئی؟ میرے خیال میں اس کی دو وجوہات ہو سکتی ہیں۔

١ [illegible] قرآن [illegible]

٢ [illegible]

اور آسانی سے پہچانی جانے والی صورتوں میں سب سے چھوٹا ہندسہ ہے جو کہ Round
Figure میں 6666 بن جاتا ہے جس طرح کہ قرآن پاک سے روایتوں کا دعویٰ
تقریباً 22 سال 5 ماہ اور 14 دن ہے جس کی آسانی سے Round
Figure کی 23 سال بن جاتا ہے۔

تاہم بعض حضرات نے ذکر کے حوالے سے آیات کی تقسیم اس طرح کی ہے

آیات وعدہ 1000، آیات وعید 1000، آیات امر 1000، آیات نہی 1000
آیات مثال 1000، آیات قصص 1000، آیات حرام 250، آیات حلال 250
آیات تسبیح 100، آیات متفرقہ 66۔

ان سب کا مجموعہ 6666 بنتا ہے۔ اب اگر دیکھیں کہ قرآن پاک سے کئی آیات ایسی ہیں جن میں امر اور وعدہ بھی ہے اور ساتھ ہی وعید بھی۔ اسی بات سے ہم کئی آیات وعدہ کی آیات میں بھی شمار ہوں گی اور وعید کی آیات میں بھی۔ مثلاً

لئن شکرتم لازیدنکم ولئن کفرتم ان عذابی لشدید۔ یعنی اگر تم شکر کرو گے تو میں تمہیں اور زیادہ عطا کروں گا اور اگر تم ناشکری کرو گے تو میرا عذاب بڑا سخت ہے۔
پہلے حصے میں اس کا وعدہ ہے اور دوسرے حصے میں عذاب کی وعید ہے۔ اسی طرح کئی آیات ایسی ہیں کہ ان میں امر بھی ہے اور نہی بھی۔ ظاہر ہے ایسی آیت کا شمار آیات امر میں بھی ہوگا اور آیات نہی میں بھی۔ مثلاً

واعتصموا بحبل اللہ جمیعا ولا تفرقوا ۔ اور اللہ کی رسی کو سب مل کر مضبوطی سے تھامے رہو اور تفرقے میں نہ پڑو۔

اس آیت کے پہلے حصے میں امر ہے اور دوسرے حصے میں نہی ہے۔ چنانچہ یہ آیت اور اس طرح کی دیگر تمام آیات آیات امر میں بھی شامل ہوں گی اور آیات نہی میں بھی۔ سادہ سی بات ہے کہ اس طرح کی آیات جب 6666 میں شامل ہوں گی تو آیات کا مجموعہ اصل آیات کی

تعداد سے زیادہ ہو جائے گا۔ اگرچہ 6666 کی تعداد آیات کی اقسام کے لحاظ سے ہے لیکن سو قرآن کی آیات کے طور پر مشہور کر دیا گیا۔

یہ بھی یاد رہے کہ اقسام کے لحاظ سے جو تقسیم ہے یہ حدیث پاک میں مذکور نہیں ہے بلکہ بعد کے لوگوں کی کاوش ہے۔ مجھے لگتا ہے کہ یہ تعداد بھی تخمینی ہے قطعی نہیں کیونکہ یہ کس طور پر بھی آیات وعدہ و وعید، امر و نہی، امثال اور قصص میں سے ہر ایک کی تعداد ایک ایک ہزار بتائی گئی ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ سے تو ایسی کوئی حکمت منقول نہیں ہے جس سے یہ پتہ چلتا ہو کہ سب کی تعداد برابر برابر ہی ہو گی یا ہونی چاہیے۔ مجھے لگتا ہے کہ یہاں بھی Round Figure کا طریقہ استعمال کیا گیا ہے۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ کوئی صاحب علم وقت نکال کر احکام کے لحاظ سے ساری آیات کا شمار کرے تاکہ حقیقی تعداد سامنے آ سکے۔ اسی طرح قرآن کے حروف اور کلمات کی تعداد جو مختلف کتب میں مذکور ہیں وہ بھی قطعی نہیں ہیں بلکہ تخمینی ہیں انہیں بھی دوبارہ پوری تیاری اور احتیاط کے ساتھ شمار کیا جائے تاکہ مشہور روایات اور اعداد و شمار میں کی تشفی ہو سکے۔

جب تحقیق کے بعد مجھ پر یہ بات منکشف ہوئی کہ قرآن مجید کی آیات 6666 نہیں بلکہ 6236 ہیں تو سوچا کہ ہو سکتا ہے کہ رکوعات کی مشہور تعداد بھی غلط ہو۔ چنانچہ جب میں نے گنتی شمار کی تو یہ معلوم ہوا کہ یہ 540 نہیں بلکہ 558 ہیں۔ یہ میرے لیے ایک اور انکشاف تھا۔ حافظ محمد مولوی محبوب عالم نے اسلامی سائیکلو پیڈیا میں پارہ وار تقسیم اور دیگر مصادر سے نقل کرتے ہوئے قرآن کے رکوعات اور دیگر کئی کتب میں رکوعوں کی تعداد 540 ہی لکھی گئی ہے۔ یہاں تک کہ فتاویٰ عالمگیری جو کہ ایک معتبر اور مستند کتاب ہے اس میں بھی 540 کی تعداد درج ہے۔ چنانچہ لکھا ہے

ان المشائخ رحمهم الله جعلوا القرآن خمس مائة واربعين ركوعاً

واعلموا ذلك في المصاحف حتى يحصل الختم في ليلة السابع

والعصر میں ختم ہوئی۔ پھر ہر سورت کو پانچ سو چالیس رکوع پر تقسیم کیے اور مصحف میں علامتیں بنا دیں تاکہ رمضان میں تراویح میں قرآن مجید کا ختم ستائیسویں شب میں ہو سکے۔

ڈاکٹر صبحی صالح لکھتے ہیں: "قرآن میں پہلے دس آیات پڑھنے کا عمل تھا، بعد میں اس طرح ہو گیا کہ جہاں مطلب ختم ہوتا وہاں رکوع کر دیا جاتا۔ اس طرح پانچ سو چالیس رکوع ہوئے۔ بعض نے یہ عمل حضرت عثمانؓ سے اور بعض نے حضرت عمرؓ سے منسوب کیا ہے۔" ۲

لیکن سیدنا عمرؓ سے منسوب ہے کہ رکوعوں کا تعین کس نے کیا۔ ان کے عہد میں مصحف میں کیا تھا۔ ان کی تقسیم میں بھی مفہوم، تعداد آیات اور مضامین کا لحاظ رکھا گیا ہے۔" ۳

ڈاکٹر ... کے مطابق وہ قرآن کی ایک لسٹ موجود ہے جس میں رکوعوں کی تعداد 540 لکھی گئی ہے۔ حضرت سیدنا عمرؓ نے ... میں رکوعوں کی تعداد 558 درج ہے۔ ... عام طور پر مصاحف میں قرآن میں رکوعوں کی تعداد 540 کے ساتھ ساتھ 558 بھی درج ہے۔ ہو سکتا ہے کہ شروع سے ہی مصاحف میں رکوعوں کی تعداد 540 ہی ہو اور بعد میں 18 رکوعوں کی تعداد کا اضافہ کیا گیا ہو۔ شاید پہلے تقسیم میں ... چھوٹی سورتوں کے بعد رکوع کی علامت لگائی گئی ہو اور بعد والوں نے ہر سورت پر علامت لگا دی ہو جس سے یہ تعداد بڑھ گئی ہو۔ یوں یہ تعداد 540 سے بڑھ کر 558 ہو گئی ہو۔ بہرحال وجہ کچھ بھی ہو، ہمارے ہاں جتنے بھی قرآن

۱۔ مجلہ علوم القرآن ... ص ۲۰ ... الدین احمد

۲۔ مباحث فی علوم القرآن ... مطبوعہ ... ص ۱۱

۳۔ اسلامی ... ص ۱۳۳ ... لاہور

پاکستان ، ہندوستان میں چھپنے والے قرآن کی بھی یہی تعداد ہے اور سعودی عرب سے شائع ہونے والے قرآن کے مطابق رکوعوں کی تعداد 558 ہی ہے۔

دوسری جانب اہل سنت کے مصنف جناب ... ہندوستانی ... کتاب میں اس وقت رکوعوں کی موجودہ تقسیم ... کے بموجب رکوعوں کی تعداد 558 ہے۔[1]

اس وقت کسی بھی ملک کا مطبوعہ قرآن مجید لے لیں اس میں رکوعوں کی تعداد 558 اور آیات کی تعداد 6236 ہی ملتی ہے۔ البتہ پاکستان اور ہندوستان کے چھپے ہوئے مطبوعہ قرآن مجید میں بعض سورتوں کے مطابق سورہ نساء اور سورہ انعام کی آیات کی تعداد بالترتیب 177 اور 166 لکھی ہے جبکہ دیگر ممالک میں بالترتیب 176 اور 165 لکھی ہے۔ ان ممالک میں اکثر جمعیت ... اور سعودی عرب ... قرآن ... دونوں ... شامل ہیں۔ انہوں نے سورہ نساء اور سورہ انعام کی جن عبارت کو یا تو ... آیت نمبر 173 اور آیت نمبر 73 کو جب تک تقسیم نہیں کیا ... سے ان کی ... عبارت کو دو آیات قرار دیا ہے البتہ پاکستان میں بعض ایسے نسخے بھی موجود ہیں جن میں سورہ نساء اور سورہ انعام کی آیات کی تعداد بالترتیب 176 اور 165 ہی بتائی گئی ہے تاہم یہ فرق واضح ہو جانا چاہیے تاکہ مسئلہ کے حوالے سے مطلوبہ آیت تلاش کرنے میں کسی کو دقت پیش نہ آئے۔ یہ فرق یوں بھی ہے کہ سعودی عرب اور ... جمعیت ... کے مطبوعہ قرآن پاک میں سورہ فاتحہ سے قبل موجود "بسم اللہ الرحمن الرحیم" کو آیت نمبر ایک قرار دیا گیا ہے اور اس سمیت سورہ فاتحہ کی سات آیات شمار کی گئی ہیں جبکہ باقی ممالک نے بسم اللہ کے بغیر سورہ فاتحہ کی سات آیات تقسیم کی ہیں اور وہ یوں کہ سورہ فاتحہ کی ... آیت نمبر 6 اور آیت نمبر 7 بنا دیا گیا ہے۔ سعودی عرب اور ... جمعیت ... کے مطبوعہ قرآن پاک میں ان دونوں آیات کو ایک ہی آیت قرار دیا گیا ہے۔

---

[1] القرآن ... بیان ... علوم قرآن ...

ہے۔ اگرچہ اس کی مختلف روایات موجود ہیں جنہیں مختلف لوگ اپنے اپنے موقف کے حق میں پیش کر سکتے ہیں لیکن وقت کا تقاضا یہ ہے کہ ایک ہی بات پر اتفاق کر کے اس فرق کو دور کیا جائے اور قرآن کریم کی طباعت ایک ہی طریقے اور یکساں انداز سے کریں۔ قرآن پاک کے تمام نسخوں میں ہر لحاظ سے مطابقت اور یکسانیت ہونی چاہیے اور اس سلسلہ میں علماء کرام، محققین اور حکومت کو خصوصی توجہ دینی چاہیے تاکہ کسی قسم کا ابہام باقی نہ رہے اور توہین و استہزاء کی راہیں رکھنے والے لوگ اس سے محفوظ ہو سکیں یہ بھی واضح ضروری ہے۔ قرآنی آیات کی تعداد 6236 اور رکوعوں کی تعداد 558 ہی ہے اور پڑھی جائے اور اسے ہی عام کیا جائے۔

☆☆☆☆ ☆☆☆☆ ☆☆☆☆

بقیہ (غوث پاک کی گیارھویں)

خوشی میں دس محرم کو روزہ رکھا اور اس روزے کا حکم بھی دیا (بخاری جلد ا صفحہ ۲۶۸، مسلم جلد ا صفحہ ۳۵۹)۔ ان سب احادیث میں دن مقرر کرنے کا ثبوت موجود ہے۔ بلکہ دن مقرر کرنے میں حکمت یہ ہوتی ہے کہ وہ بات عام ہو جاتی ہے اور یاد رہتی ہے اور لوگوں کا اجتماع ہو سکے۔ چنانچہ منکرین کے پیر و مرشد حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

یہ بات تجربہ سے معلوم ہوتی ہے کہ جو کام کسی خاص وقت میں کیا جاتا ہے وہ اس وقت یاد بھی آ جاتا ہے اور ضرور وہ انجام پاتا ہے۔ نہیں تو سال سال گزر جاتے ہیں کبھی اس کا خیال بھی نہیں آتا۔ اسی قسم کی مصلحتیں ہر بات میں ہیں جس کی تفصیل بہت طویل ہے (فیصلہ ہفت مسئلہ) حضرت غوث پاک قدس سرہ کی گیارھویں، دسواں، بیسواں، چہلم، برسی وغیرہ اور توشہ حضرت شیخ عبدالحق دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اور شیرینی حضرت بو علی قلندر رحمۃ اللہ علیہ، شب برأت کا حلوہ اور ایصال ثواب کے دوسرے طریقے اسی قاعدے پر مبنی ہیں۔ (فیصلہ ہفت مسئلہ صفحہ ۳۳-۳۴)

[illegible]

(قسط 2)

کچھ علم حدیث کے بارے میں

علم حدیث سے واقفیت بہت ضروری ہے اس لیے کہ شاہ عبد العزیز محدث
دہلوی عجالہ نافعہ میں فرماتے ہیں!

چونکہ (حدیث) ہر قسم کی ہوتی ہے، صحیح اور موضوع دونوں کا احتمال رکھتی
ہے [illegible] حاصل کرنے سے پہلے [illegible] کا جاننا ضروری ہے۔ پہلی بات یہ کہ
حدیث کے راویوں کے حالات کی چھان بین اور ان سے واقفیت حاصل کرنا اور
دوسری ضروری بات ہے حدیث کا مطلب سمجھنے میں بہت تفصیل سے کام لینا
کیونکہ اگر پہلی بات میں کوتاہی ہوئی تو [illegible] دوسری
بات میں تفصیل [illegible] کوتاہی ہوئی تو [illegible]
[illegible] قاعدوں کو توڑ کر حاصل
[illegible] گمراہ ہوگا [illegible]
[illegible] (عجالہ نافعہ [illegible])

متن کی تعریف

متن حدیث [illegible] طریق کا بیان [illegible] طریق کا معنی ہے [illegible] یعنی جو
[illegible] سند [illegible] حدیث کا
طریق [illegible] الفاظ حدیث سے پہلے [illegible]
ہے

0344-7519982

متن کی تعریف

جس پر سلسلہ سند ختم ہو [illegible] کے متن کہتے ہیں۔ [illegible]

[illegible] متن کہلاتا ہے۔

مثلاً حدثنا ابو الیمان قال اخبرنا شعیب قال حدثنا ابو الزناد عن الاعرج

عن ابی ہریرۃ [illegible] ان رسول اللہ ﷺ قال والذی نفسی بیدہ

الخ متن ہے

حدیث کی تعریف

حدیث کے لغوی معنی جدید کے ہیں [illegible]

[illegible] بھی [illegible] جاتا ہے۔

قرآن مجید میں حدیث کا لفظ [illegible] بیان [illegible] معنی [illegible]

[illegible]

[illegible]

حدیث [illegible] ﷺ [illegible] صحابہ [illegible]

کے قول، فعل اور تقریر کو بھی حدیث کہتے ہیں۔ [illegible]

[illegible]

قولی حدیث: ایسی حدیث جس میں حضور ﷺ کا قول [illegible]

فعلی حدیث: ایسی حدیث جس میں حضور ﷺ کا فعل [illegible]

تقریری حدیث: ایسی حدیث جس میں حضور ﷺ کے سامنے [illegible]

کے حوالے سے کچھ فرمایا ہو۔

[illegible]

[illegible]

طرق کے لحاظ سے حدیث کی دو قسمیں ہیں

(۱) متواتر (۲) آحاد (خبر واحد)

۱) متواتر: وہ حدیث جسکے روایت کرنے والے ہر زمانہ میں اس قدر کثیر ہوں کہ ان سب کے جھوٹ پر اتفاق کر لینے کو عقل سلیم محال سمجھے۔

۲) آحاد (خبر واحد): وہ حدیث یا حدیث جس کے راوی اس قدر کثیر نہ ہوں۔

اقسام متواتر:

(۱) تواتر اسناد (۲) تواتر طبقہ (۳) تواتر عمل (۴) تواتر مشترک (تواتر معنوی)

۱) تواتر اسناد: یہ ہے کہ شروع سند سے آخر سند تک حدیث کو ایک جماعت روایت کرے جس کا اتفاق جھوٹ پر محال ہو جیسے حدیث من کذب علی متعمدا فلیتبوأ مقعدہ من النار۔ علامہ ابن الصلاح علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ اس کو ۶۲ صحابہ کرام نے روایت کیا ہے۔ علامہ نووی نے شرح صحیح مسلم میں فرمایا ہے کہ قریبا دو سو صحابہ نے روایت کیا ہے۔ یونہی ختم نبوت کی احادیث ہیں۔ جو کہ ایک سو سے زائد ہیں۔ جس کے قریب صحاح ستہ میں ہیں۔

۲) تواتر طبقہ: جیسے تواتر قرآن ہے کیونکہ قرآن مجید شرقا غربا درسا تلاوۃ حفظا وقراۃ متواتر ہے۔

۳) تواتر عمل: یہ ہے کہ حضور ﷺ کے زمانہ سے لیکر آج تک ہر زمانہ میں اتنی بڑی جماعت نے اس پر عمل کیا ہو کہ اتنے لوگوں کا اتفاق جھوٹ یا غلط بات پر محال ہو جیسے وضو کے اندر مسواک کرنا سنت ہے اور اس کی سنیت کا اعتقاد ضروری ہے کیونکہ یہ تواتر عمل سے ثابت ہے۔

۴) تواتر مشترک (تواتر معنوی): یہ ہے کہ راویوں کے الفاظ اس میں مختلف ہوں یعنی راویوں کی ایک جماعت ایک واقعہ روایت کرتی ہو اور دوسری جماعت دوسرا واقعہ

کیونکہ یہ سب واقعات کی قدر مشترک ہے، مختلف ہوں تو اس کو تواتر مشترک یا تواتر معنوی کہتے ہیں۔ مثال کے طور پر راویوں کی ایک جماعت روایت کرے کہ حاتم طائی نے سو اونٹ بخشے تھے اور دوسری جماعت یوں بیان کرے کہ ہزار اونٹ بخشے تھے اور تیسری جماعت بتائے کہ بیس گھوڑے بخشے تھے تو اب یہ تمام روایات اس بات میں مشترک ہیں کہ حاتم طائی نے بے حساب مال سے کوئی نہ کوئی چیز بخشی تھی جو اس کی سخاوت کی دلیل ہے۔ عقائد میں بھی مثال سماع موتی کی ہے۔

خبر واحد کی پہلی تقسیم: خبر واحد اپنے منتہٰی کے اعتبار سے تین قسم پر ہے

۱) مرفوع (۲) موقوف (۳) مقطوع

۱) مرفوع: یہ وہ حدیث ہے جس میں حضور ﷺ کے قول، فعل یا تقریر کا بیان ہو

۲) موقوف: یہ وہ حدیث ہے جس میں صحابی رضی اللہ عنہ کے قول، فعل یا تقریر کا بیان ہو

۳) مقطوع: یہ وہ حدیث ہے جس میں تابعی علیہ الرحمہ کے قول، فعل یا تقریر کا بیان ہو

خبر واحد کی دوسری تقسیم: خبر واحد راویوں کی تعداد کے اعتبار سے بھی تین قسم ہے

۱) مشہور (۲) عزیز (۳) غریب

۱) مشہور: محدثین کی اصطلاح میں مشہور سے مراد وہ حدیث یا روایت ہے جسے بیان کرنے والے تین یا تین سے زیادہ ہوں۔ اور یہ تعداد تمام طبقات میں اسی طرح قائم رہے لیکن متواتر کی حد تک نہ پہنچے۔ مثال کے طور پر حدیث "ان اللہ لا یقبض العلم انتزاعا ینتزعه" مشہور ہے۔ اہل علم کے ہاں مشہور ہونا، عامۃ الناس کے ہاں مشہور ہونا۔ اس قسم کی کتب درج ذیل ہیں

۱) التذکرة فی الاحادیث المشتهرة از حافظ بدرالدین زرکشی

۲) اللآلی المنثورة فی الاحادیث المشهورة از حافظ ابن حجر عسقلانی

۳) المقاصد الحسنة از حافظ سخاوی

۴۔ الکشف الخفاء: محمد بن ...

۵۔ السوانح المعطرۃ فی الاحادیث المشتہرہ: قاضی محمد بن احمد الصعدی ...

۳) عزیز: وہ حدیث جس کے راوی سند کے تمام طبقات میں دو سے کم نہ ہوں یعنی کسی طبقے میں دو سے زیادہ ہو جائیں تو کوئی حرج نہیں تاہم ضروری ہے کہ یہ تعداد کسی بھی طبقے میں دو سے کم نہ ہو تو وہ عزیز کہلاتی ہے۔ مثلاً حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث روایت بخاری، مسلم: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: لا یؤمن احدکم حتی اکون احب الیہ من والدہ وولدہ والناس اجمعین" اس کی سند اس طرح ہے

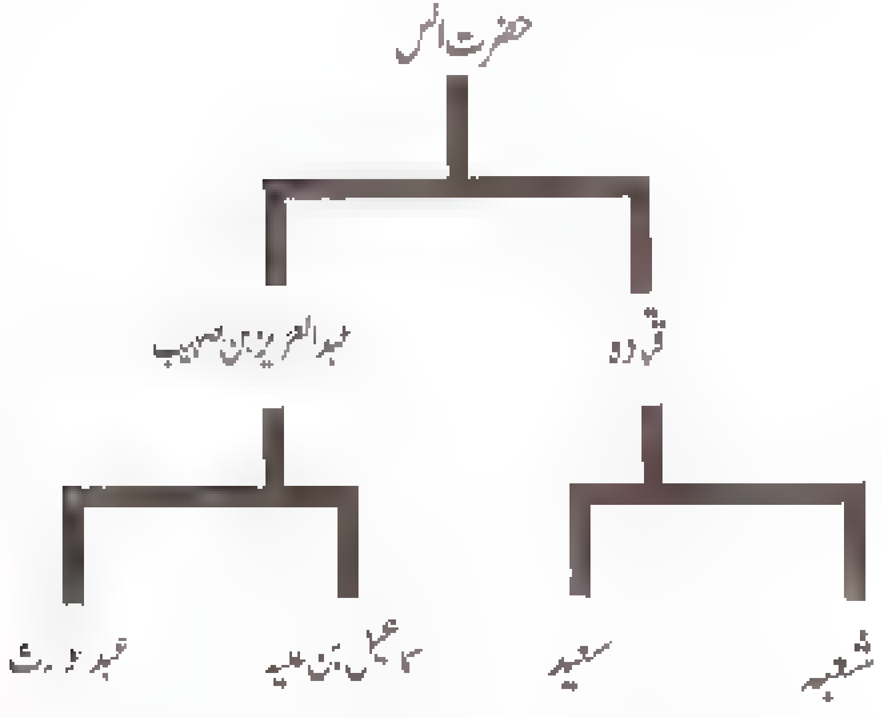

سے یہ حدیث حضرت انس کی تعداد سے [illegible] روایت کرتے ہیں
پھر ان سے [illegible] روایت کرتے ہیں [illegible]
اور [illegible] سے کئی [illegible] روایت کرتے ہیں۔

۳) غریب: وہ حدیث ہے جسے روایت کرنے والا صرف ایک شخص ہو، یعنی وہ حدیث جسے روایت کرنے میں کوئی شخص اکیلا اور منفرد ہو، خواہ سند کے تمام طبقات میں یا بعض میں، کسی ایک طبقے میں صرف ایک ہی راوی رہ جائے اگرچہ باقی طبقات میں راوی بھی زیادہ ہوں تو کوئی حرج نہیں [illegible] کم سے کم تعداد کا اعتبار ہے، علماء "الغریب" کو "فرد" کا نام بھی دیتے ہیں۔ اس کی دو قسمیں ہیں

۱) الفرد المطلق ۲) الفرد النسبی

۱) الفرد المطلق: وہ حدیث ہے جس میں غرابت و تفرد سند کی ابتداء میں ہو یعنی صحابی سے اس کی روایت کرنے والا راوی ایک شخص ہو مثلاً حدیث انما الاعمال بالنیات [illegible] روایت میں رسول حضرت عمر بن خطاب [illegible] ہیں۔

۲) الفرد النسبی: وہ حدیث جس کی سند کے درمیان کسی طبقے میں راوی اکیلا رہ جائے یعنی اصل سند میں روایت کرنے والے صحابہ تو بہت ہوں لیکن بعد کے کسی طبقے میں [illegible] سے روایت کرنے میں [illegible] رہ جائے۔

حدیث کی تیسری تقسیم: حدیث اپنے راویوں کی صفات کے اعتبار سے [illegible] قسم ہے

۱) صحیح لذاتہ: وہ حدیث ہے جس کے تمام راوی عادل، تام الضبط ہوں اور اس کی سند متصل ہو، معلل و شاذ ہونے سے محفوظ ہو۔ اسے صحیح لذاتہ کہتے ہیں

۲) حسن لذاتہ: وہ حدیث ہے جس کے راوی میں صرف ضبط ناقص ہو، صحیح کی باقی شرائط موجود ہوں۔

۳) ضعیف: وہ حدیث ہے جس کے راوی میں حدیث صحیح یا حسن کی شرائط نہ پائی

جواب

کسی بھی حدیث کے ضعیف قرار دیے جانے کے اسباب بہت سے ہیں مگر مجموعی طور پر دو صورتیں واقع ہو سکتی ہیں۔

(۱) راوی میں عیب (۲) سند میں سقوط

(۴) صحیح لغیرہ۔ اس حدیث حسن کو کہا جاتا ہے جس کی سندیں متعدد ہوں۔

(۵) حسن لغیرہ۔ اس حدیث ضعیف کو کہا جاتا ہے جس کی سندیں متعدد ہوں

(۶) موضوع۔ وہ حدیث جس کے راوی پر حدیث نبوی میں جھوٹ بولنے کا طعن ہو یعنی کسی راوی میں یہ عیب ثابت ہو جائے کہ رسول اللہ ﷺ پر جھوٹ بولتا ہے اور کسی بات کو آپ ﷺ کی طرف منسوب کرتا ہے تو اس کی روایت موضوع ہے

(۷) متروک۔ وہ حدیث جس کا راوی کوئی ایسا ہو جس پر جھوٹے ہونے کی تہمت ہو تو اس کی روایت کو متروک کہتے ہیں۔

(۸) شاذ۔ وہ حدیث جس کا راوی ثقہ ہو مگر ایسی جماعت ثقہ کی مخالفت کرتا ہو جو اس سے زیادہ ثقہ ہیں۔

(۹) محفوظ۔ وہ حدیث جو شاذ کے مقابل ہو۔

(۱۰) منکر۔ وہ حدیث ہے جس کا راوی باوجود ضعیف ہونے کے جماعت ثقات کے مخالف روایت کرے۔

(۱۱) معروف۔ وہ حدیث جو منکر کے مقابل ہو۔

(۱۲) معلل۔ وہ حدیث جس میں کوئی ایسی علت خفیہ ہو جو صحت حدیث میں نقصان دیتی ہو، جسکو معلوم کرنا ہر شخص کا کام نہیں۔

(۱۳) مضطرب۔ وہ حدیث جس کی سند یا متن میں ایسا اختلاف واقع ہو کہ اس میں ترجیح یا تطبیق نہ ہو سکے۔

۴) مقلوب ۔ وہ حدیث جس میں متن سے متن یا سند سے سند میں تقدیم یا تاخیر واقع ہو ۔ جس لفظ کو مقدم ہونا ہو اس کو مؤخر کر دیا گیا ہو، یا کسی راوی کی جگہ دوسرے راوی کو رکھا گیا ہو۔

۵) مصحف ۔ وہ حدیث جس میں باوجود صورت خطی باقی رہنے کے نقطوں یا حرکات و سکنات کے تغیر کی وجہ سے تلفظ میں غلطی واقع ہو جائے۔

۶) مدرج ۔ وہ حدیث جس میں کسی جگہ راوی کا اپنا کلام درج کر دے۔

خبر واحد کی چوتھی تقسیم ۔ خبر واحد سقوط و عدم سقوط راوی کے اعتبار سے سات قسم پر ہے

۱) متصل ۔ وہ حدیث کہ جس کی سند میں راوی پورے مذکور ہوں۔

۲) مسند ۔ وہ حدیث کہ آپ ﷺ تک سند متصل ہو۔

۳) منقطع ۔ وہ حدیث جس کی سند متصل نہ ہو، درمیان سے کوئی راوی رہ گیا ہو۔

۴) معلق ۔ وہ حدیث جس کی سند کے شروع سے ایک راوی یا زیادہ راوی حذف ہو گئے ہوں۔

۵) معضل ۔ وہ حدیث جس کی سند کے درمیان میں سے دو یا دو سے زیادہ راوی پے در پے گرے ہوئے ہوں۔

۶) مرسل ۔ وہ حدیث جس کی سند کے آخر سے کوئی راوی گر گیا ہو۔

۷) مدلس ۔ وہ حدیث جس کے راوی کی یہ عادت ہو کہ وہ اپنے شیخ کا نام چھپاتا ہو۔

قارئین کے مسائل پر ملاحظہ فرمائیں۔

(جاری ہے)

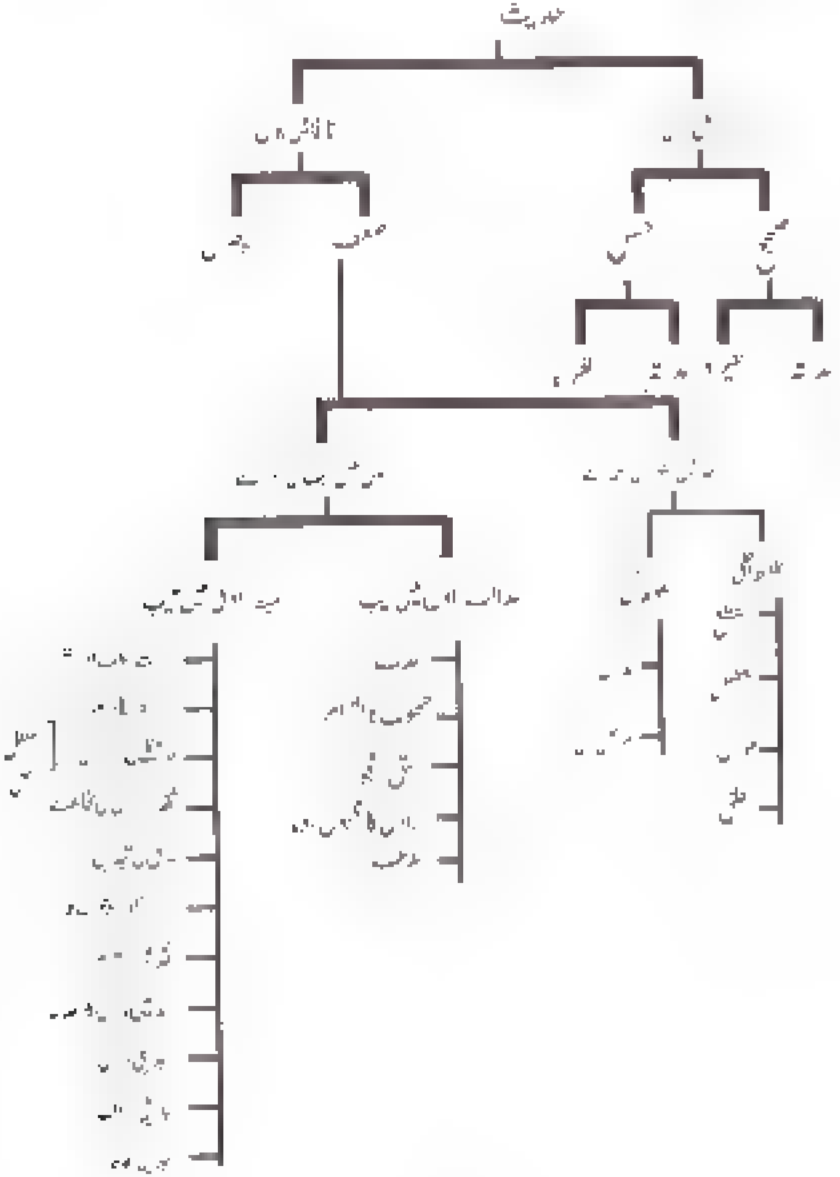
حدیث

[illegible]

(قسط 1)

قبر سے حصولِ فیض

یہ 21 جولائی 2003ء/20 جمادی الاول 1424ھ بروز پیر کے دن کی بات ہے کہ میں اپنا کیمرہ لے کر لاہور میں سید علی ہجویری معروف داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر اقدس پر رات بسر کرنے کے لیے حاضر ہوا۔ میں حضرت داتا صاحب کے چہرہ مبارک کے سامنے پائینتی قدموں کی جانب کیے بیٹھا تھا۔ آنکھیں بند نہیں ہوئی تھیں اور مراقبہ والا حال بھی نہیں تھا البتہ وقت گزاری کے لیے آنے جانے والوں کی حاضری کے منظر کو دیکھنے کی کوشش کر رہا تھا۔ رات کوئی ڈیڑھ بجے کے لگ بھگ اپنے چیک پینٹ شرٹ میں ملبوس ایک نوجوان نیچی نظر اور سر جھکائے آنکھیں بند کیے ہیں جہاں داتا صاحب اور ان کے شہزادے سے مکمل طور پر بیداری کی تصور میں گم بیٹھا تھا میری نظر اس پر لگ گئی کیونکہ تمام مجمع میں کوئی بچہ ایسا نظر نہ آیا جس کے معاملات (اگر کچھ ہوں گے) تو باقی لوگوں سے مختلف بھی ہو سکتے ہوں سو وہ بھی۔ میں اٹھ کر اس کے قریب جا بیٹھا تا کہ اس سے اس کی بیداری کا احوال پوچھ سکوں۔ لیکن اس کیفیت میں اس کی توجہ اس کے مقصد سے ہٹانا مناسب نہ سمجھا یہ بھی خلاف آداب موقع کے بھی۔ کوئی پندرہ بیس منٹ بعد اس نے سر اٹھایا، دائیں بائیں دیکھا اور حاضری والی جگہ سے واپسی کا سفر شروع کیا۔ جب وہ مکمل طور پر واپس آ گیا تو میں نے ہاتھ آگے بڑھاتے ہوئے السلام علیکم کہا۔ اس نے سلام کا جواب دیا۔ نام اور علاقہ دریافت کرنے کے بعد میں نے اس سے پوچھا "بیٹا کیسے میں سمجھا کہ آپ حاضری میں تھے؟" حاضری سے آتے ہوئے گیارھویں جماعت کے اس طالب علم نے جواب دیا

رابطہ: 0300-5570547

کہ مراقبہ کر رہا تھا۔ میں نے اس سے پوچھا کہ کب سے مراقبہ یہاں سے سیکھا
ہے؟ یاد رہے تھوڑے فاصلے پر تاؤشیو شہر میں پیر دوں باندھے ... اور جہان میں
مستغرق ہوکر بیٹھے ہیں ... مریدیے پر حلقہ ... بیٹھے کسی شخص میں مصحف میں
سے بیٹے میں ایک دو جوان کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بتایا یہ میرے بھائی عامر ہیں۔
یک بھائی ... سے بھی بڑے ہیں جو کہ یہاں میں حضرت مولانا جمال محمد صاحب کے حلقہ
میں سے ہیں، وہ مراقبہ ان سے سیکھا ہے۔ میں نے کسی حیرت کے پیش نظر اس سے
پوچھا کہ آپ کے شیخ آپ لوگوں کو یہاں آنے سے منع نہیں کرتے؟ اس نے جواب دیا
کہ وہ ... ہیں ... جب بھی ... ہو ... تو ... صاحب ... عصری دیا ... میں
نے اور سے مزید سوال ... مناسب نہیں سمجھا۔ میں اٹھا ... اتھکاوٹ ... دور سے نکل گیا
تھوڑی ... دیکھا تو دونوں بھائی پھر کسی ... میں چلے گئے۔ میں حیران تھا کہ ان
... گویا لگ گئی ہے ... گھنٹا اس کی چہرہ کا ہوش نہ تھا اور یہی حالت ہوگی ... آپ
... کا ہوش تھا۔ جب اس نے سر اٹھایا اور اٹھ ... باہر نکلے تو میں نے سلام کیا
مصافحہ کیا۔ عامر نے بڑی محبت سے بتایا ... ان کے بڑے بھائی ... کے حساب سے
... کر مراقبہ کرتے ہیں ... اس بات کا تعلق تھا کہ ان سے ... مریضہ نہیں جاتا۔
میں نے بہایت ... سے اور سے پوچھا کہ مراقبہ کیا ہوتا ہے؟ وہ تھوڑا ... کم عمر کے لڑکے
اور بچے کی بنا پر وہ الفاظ ... پر ... قدرت نہیں ... مراقبہ میں صاحب مراقبہ کی
... متوجہ ہو کر ... سے ... بیٹھتے ہیں۔ میں سوچ میں پڑ گیا کہ ... ہر چیز آنکھ
... جاتی ہے ... عجیب شے ہے جو آنکھیں ... رہی ہے ... پھر خیال
... کہ ... آپ کے محبوب ﷺ ... کے لیے ... ن ... کی
... ہو ... کا ... تو یقیناً اس جہان میں ... ہوگا؟

... ... طرف ...

آنکھیں بند کیے بیٹھا رہتا ہوگا

نیر کے لغوی معنی ہیں جل جانا، چھوٹ نکلنا، چمکنا، سامنے سے گزر جانا ہو، سے صبح کے شعاعوں کے نکلنے کے لیے بھی مستعمل ہوتا ہے۔ نیر کا لفظ فعل لازم فعل اور متعدی (دونوں) اور فعل اور مصدر کے لیے استعمال ہوتا ہے لیکن فعل حد کے لیے مستعمل ہوتا ہے اس کا مطلب یہ مفہوم مراد ہوتا ہے۔

جب کوئی شخص اللہ تعالیٰ کا قرآن پاک کی تلاوت اللہ تعالیٰ کے حبیب پاک ﷺ کی اتباع کے ساتھ ساتھ کرے گا اور اللہ تعالیٰ کی ذات میں غور و خوض اور تدبر کرتا ہے (خصوصاً مراقبی صورت میں) تو اللہ تعالیٰ سے نور سے نوازا جاتا ہے۔ قرآن پاک میں اس نور اور اس کے حصول کا تذکرہ ان الفاظ میں ملتا ہے

"یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَاٰمِنُوْا بِرَسُوْلِهٖ یُؤْتِكُمْ كِفْلَیْنِ مِنْ رَّحْمَتِهٖ وَیَجْعَلْ لَّكُمْ نُوْرًا تَمْشُوْنَ بِهٖ وَیَغْفِرْ لَكُمْ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ" [۲]

ترجمہ: اے ایمان والو تم اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہا کرو اور (سچے دل سے) اس کے رسول (ﷺ) پر ایمان لے آؤ (اس کے نتیجہ میں) اللہ تعالیٰ تمہیں اپنی رحمت سے دو حصے عطا فرمائے گا اور تمہارے لیے ایک نور بنا دے گا جس کی روشنی میں تم چلو گے اور (وہ) تمہیں بخش دے گا اور اللہ تعالیٰ مہربان ہے۔

اس نور کے ورود کا تذکرہ قرآن پاک میں جا بجا ملتا ہے۔ ارشاد ہوتا ہے

"وَمَنْ كَانَ مَیْتًا فَاَحْیَیْنٰهُ وَجَعَلْنَا لَهٗ نُوْرًا یَّمْشِیْ بِهٖ فِی النَّاسِ كَمَنْ مَّثَلُهٗ فِی الظُّلُمٰتِ لَیْسَ بِخَارِجٍ مِّنْهَا" [۳]

ترجمہ: کیا وہ شخص جو پہلے مردہ تھا، پھر ہم نے اسے زندہ کیا اور اس کے لیے نور بنا دیا

(۱) اسلام کا بیڑا ... صفحہ 15، 1083 (۲) سورۃ الحدید آیت 28

(۳) سورۃ الانعام آیت نمبر 123

جس سے معاشرے میں دوسروں سے رہنمائی چاہتا ہے اس (فیض) جیسی ہو سکتا ہے جو
طریقے دین میں فکر اور عمل درست کرنے دیتا ہو؟

"فَالَّذِينَ آمَنُوا بِهِ وَعَزَّرُوهُ وَنَصَرُوهُ وَاتَّبَعُوا النُّورَ الَّذِي أُنزِلَ مَعَهُ
أُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ۝" ۔

ترجمہ: جو لوگ (قرآن پاک پر) ایمان لائیں گے اور ان کی تائید اور مدد کریں گے اور اس نور کی پیروی کریں گے جو ان (قرآن پاک) کے ساتھ نازل کیا گیا ہے تو وہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔

حدیث پاک میں بھی اس نور و فیض کا تذکرہ موجود ہے "اتقوا فراسة المؤمن فانه ينظر بنور الله" (ترمذی)

ترجمہ: مومن کی فراست سے بچو کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کے نور سے دیکھتا ہے۔ انہیں نور و عرف عام میں "فیض" کے لفظ سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

صرف فیض کا حصول ہی نہیں بلکہ ثابت قدم رہنے والوں پر آج بھی اللہ تعالیٰ فرشتے اتارتا ہے "إِنَّ الَّذِينَ قَالُوا رَبُّنَا اللَّهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلَائِكَةُ أَلَّا تَخَافُوا وَلَا تَحْزَنُوا وَأَبْشِرُوا بِالْجَنَّةِ الَّتِي كُنتُمْ تُوعَدُونَ ۝ نَحْنُ أَوْلِيَاؤُكُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَفِي الْآخِرَةِ وَلَكُمْ فِيهَا مَا تَشْتَهِي أَنفُسُكُمْ وَلَكُمْ فِيهَا مَا تَدَّعُونَ ۝" ۔

ترجمہ: بے شک جن لوگوں نے کہا کہ ہمارا رب اللہ ہے اور پھر اس پر ثابت قدم رہے ان پر فرشتے اترتے ہیں (اور انہیں کہتے ہیں) کہ تم نہ ڈرو اور نہ غم کرو اور تمہیں (اس) جنت کی بشارت ہو جس کا تم سے وعدہ کیا گیا تھا۔ ہم تمہارے دوست ہیں دنیا کی زندگی میں بھی اور آخرت میں بھی۔ اور وہاں تمہارے لیے ہر وہ شے ہے جس کو تمہارا جی چاہے اور

تمہارے لیے ان میں جو وعدے ہیں وہ تم پالو گے۔ یہ بات ضرور تمہارے رب کی طرف سے ہے۔

یہ حقیقت ہے کہ جب کوئی شخص قرآن مجید پر طاعت کی کتاب حضرت محمد ﷺ پر ایمان کی مضبوطی، نیکیوں کی توفیق اور آپ ﷺ کی شریعت پر استقامت کے ساتھ عمل کرتا ہے اور یہی اس کا نتیجہ شرح صدر ہوتا ہے۔ اَفَمَنْ شَرَحَ اللّٰهُ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ فَهُوَ عَلٰى نُوْرٍ مِّنْ رَّبِّهٖ ؕ فَوَيْلٌ لِّلْقٰسِيَةِ قُلُوْبُهُمْ مِّنْ ذِكْرِ اللّٰهِ ؕ اُولٰٓئِكَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ○ [1]

ترجمہ: بھلا وہ شخص جس کا سینہ اللہ تعالیٰ نے اسلام کے لیے کھول دیا ہے اور وہ اپنے رب کی طرف سے عطا کردہ نور پر چل رہا ہے اس شخص کی طرح ہو سکتا ہے جسے یہ نعمت نہ ملی (اس کے نتیجے میں) شرح صدر عطا ہوا ہی نہیں؟ پس تباہی ہے ان لوگوں کے لیے جن کے دل اللہ کی یاد سے متاثر نہیں ہوتے، یہی لوگ کھلی گمراہی میں ہیں۔

قرآن کریم کی اس عبارت سے پتہ چلتا ہے کہ اللہ کی طرف سے شرح صدر حاصل ہوتا ہے جو ... اللہ تعالیٰ کے ذکر کا نتیجہ ہے۔ جن لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے انوار اور شرح صدر سے نوازا ہے ان کی بہت سی مثالیں قرآن پاک میں ملتی ہیں۔ حضرت یعقوب علیہ السلام نے مصر سے حضرت یوسف علیہ السلام کی خوشبو سونگھ لی تھی کا ذکر قرآن پاک میں موجود ہے۔ وَلَمَّا فَصَلَتِ الْعِيْرُ قَالَ اَبُوْهُمْ اِنِّيْ لَاَجِدُ رِيْحَ يُوْسُفَ لَوْلَآ اَنْ تُفَنِّدُوْنِ ○ [2]

ترجمہ: (یوسف علیہ السلام نے فرمایا) میری یہ قمیص لے جاؤ اور میرے والد صاحب کے چہرے پر ڈال دو ان کی آنکھیں روشن ہو جائیں گی اور اپنے سب اہل و عیال کو میرے پاس لے آؤ۔ اور جب یہ قافلہ (مصر سے) روانہ ہوا تو کنعان میں ان کے والد نے فرمایا کہ میں

[1] القرآن، سورۃ الزمر، آیت 22 [2] القرآن، سورۃ یوسف، آیت 94

یوسف کی خوشبو محسوس کر رہا ہوں، اگر تم مجھے بیوقوف خیال نہ کرو

یہ شرح صدر ہے کہ سینکڑوں میل دور سے بیٹے کی خوشبو سونگھی جا رہی ہے۔ کسی سعید بختوں میں بینائی ختم ہو جاتی ہے۔ بعض قمیص سے بینائی کا علاج ہوتا ہے۔ اسی حال جب انوار و برکات شرح صدر حاصل ہو جاتے ہیں تو سب کچھ ممکن ہے۔ ہو سکتا ہے آپ کو خیال گزرے کہ یہ تو معجزات تو انبیاء علیہم السلام سے متعلق ہیں جو اللہ کی طرف سے عطا کیے گئے تھے، اولیاء اللہ کس معاملے میں یہ مقام رکھتے ہوں گے؟ تو جناب آپ سے حضرت سلیمان علیہ السلام کے ایک ساتھی آصف بن برخیا (سلیمان علیہ السلام کے منشی) 2300 کلو میٹر دور یمن سے ملکہ بلقیس کا تخت پلک جھپکنے میں بیت المقدس میں لے آئے۔ قال یٰایھا الملؤا ایکم یاتینی بعرشھا قبل ان یاتونی مسلمین ۝ قال الذی عندہ علم من الکتٰب انا اٰتیک بہ قبل ان یرتد الیک طرفک فلما راٰہ مستقرا عندہ قال ھٰذا من فضل ربی۔ (1)

ترجمہ: حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا: اے میرے درباریو! تم میں سے کون اس کا تخت میرے پاس لے آئے گا اس سے پہلے کہ وہ لوگ مطیع ہو کر میرے پاس حاضر ہوں؟ ... ایک ایسا شخص بولا جس کے پاس کتاب کا علم تھا میں آپ کی پلک جھپکنے سے پہلے لا کر پیش کرتا ہوں۔ جونہی سلیمان نے وہ تخت اپنے پاس رکھا ہوا دیکھا تو پکار اٹھے یہ میرے رب کا فضل ہے۔

آصف بن برخیا کوئی نبی نہیں انسان تو تھے، یہ فیضان تھا توجہ کا کہ یہ نگاہ بہت مختصر سے جاتی، پر پہنچ جائے تو اس کی نظر اور بصارت کو میلوں دور تک وسعت دے دیتا ہے جو جانور بھی وہ جس کی آنکھیں سر کے ساتھ لگی ہیں اوپر اور دور دیکھ سکے کے لیے ممکن نہیں یعنی چھوٹی نگاہ نہیں جرأت پڑنے کی دیر ہے۔ یہ چھوٹی سی

(1) سورۃ النمل آیت نمبر 38,40

علیہ السلام اور ان کے لشکر کو کافی دور سے دیکھ رہی ہے انہیں سن بھی رہی ہے اور سمجھ بھی رہی ہے۔ جس جانور کی آواز انسانی قوت سماعت ہر کوشش کے باوجود سننے سے قاصر ہے، سلیمان علیہ السلام اس کی آواز کئی کلومیٹر دور سے سن رہے ہیں۔ قرآن پاک اس حقیقت کا اظہار یوں کرتا ہے قَالَتْ نَمْلَةٌ يّٰٓاَيُّهَا النَّمْلُ ادْخُلُوْا مَسٰكِنَكُمْ ۚ لَا يَحْطِمَنَّكُمْ سُلَيْمٰنُ وَجُنُوْدُهٗ ۙ وَهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ○ فَتَبَسَّمَ ضَاحِكًا مِّنْ قَوْلِهَا [1]

ترجمہ: ایک چیونٹی نے (دوسری چیونٹیوں سے) کہا: اے چیونٹیو! اپنے سوراخوں میں گھس جاؤ کہیں سلیمان (علیہ السلام) اور ان کا لشکر بے خبری میں تمہیں کچل ہی نہ ڈالیں۔ سو اس کی بات پر سلیمان (علیہ السلام) مسکراتے ہوئے ہنس پڑے۔

یہاں غور طلب مقام یہ ہے کہ جونہی حضرت سلیمان علیہ السلام کی توجہ چیونٹی کی طرف مبذول ہوئی تو وہ چیونٹی جو چند انچ تک دیکھنے کی طاقت نہیں رکھتی، کئی کلومیٹر دور سے سلیمان علیہ السلام اور ان کے لشکر کو صرف دیکھ ہی نہیں رہی، انہیں پہچان بھی رہی ہے۔ جب یہ توجہ کے معمولی جانور پر اثر انداز ہوئے بغیر نہیں رہتی تو اگر انسان اس طرف توجہ دے تو وہ کیوں اس سے محروم رہے گا؟ یہ بات واضح ہو گئی کہ فیض، وراثت اور روحانی تکمیل شرح صدر کا سلسلہ جاری ہے اور تا قیامت جاری رہے گا۔ اس کی وضاحت کرتے ہوئے علامہ اقبال فرماتے ہیں۔

وہ قوم [illegible] پنجاب [illegible] عادات کی ہے برق و بخارات [illegible] سمجھتے ہیں اسی کو [illegible] بہت [illegible] جنہیں وہ فیض میسر نہ ہو ان کے متعلق اقبال فرماتے ہیں

[illegible]

(1) سورۃ النمل آیت نمبر 18، 19

جلا کی سے شمع کشتہ کو روح ملتی ہے [illegible] کے مجنوں تک

[illegible] حضرت قبر [illegible] بادشاہوں کے [illegible] میں

کسی کے [illegible] کر تو دید قیامت کی دور سے خوشہ چینوں میں

کشف المحجوب میں حضرت داتا صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنے ساتھ پیش آنے والے انکشافات کا تذکرہ فرماتے ہیں۔ باب "کرامات اولیاء" میں لکھتے ہیں:

1 مجھے ایک مشکل درپیش تھی جس کا حل میرے لیے دشوار تھا۔ میں شیخ ابوالقاسم گرگانی علیہ الرحمہ کی زیارت کے سبب طوس پہنچا۔ میں نے دیکھا کہ وہ اپنے گھر کی مسجد میں تشریف فرما ہیں اور عالم تنہائی میں میرا سوال ایک ستون سے کہہ رہے ہیں۔ مجھے بغیر سوال کیے جواب مل گیا۔ میں نے پوچھا "جناب شیخ! آپ کس سے کہہ رہے ہیں؟" فرمایا "بیٹا! ابھی اللہ تعالیٰ نے اس ستون کو زبان دی اور اس نے یہ سوال مجھ سے پوچھا (اور میں اس کا جواب دے رہا تھا)۔"

2. ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ میں مہنہ میں ابو سعید رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر حسب عادت تنہا بیٹھا ہوا تھا کہ ایک سفید کبوتر آیا اور قبر کے غلاف کے اندر چلا گیا۔ میں سمجھا کسی کا پالتو کبوتر اڑ کر چلا آیا ہے۔ غلاف اٹھا کر دیکھا تو وہاں کچھ بھی نہ تھا۔ دوسرے اور تیسرے روز بھی یہی واقعہ پیش آیا جس سے مجھے سخت تعجب ہوا۔ ایک رات شیخ مجھے خواب میں نظر آئے تو میں نے پوچھا۔ فرمایا "وہ کبوتر میری صفائے معاملت ہے جو ہر روز میری ہم نشینی کے لیے میری قبر پر آتا ہے۔"

راقم حروف (الطاف محمود) تقریباً [illegible] کے عرصہ میں آستانہ عالیہ [illegible] میں پیر محمد اعظم شاہ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا کرتا تھا۔ ایک بار سخت پریشانی کا سامنا تھا کوئی صورت حل نہ ہو پا رہی تھی۔ لہٰذا حاضر ہو کر پریشانیوں کے حل کے لیے عرض کی [illegible] اتنا عرصہ بہت قریبی تعلق رہنے کے باوجود کبھی دنیاوی اور غیر ضروری معاملات و پریشانیوں کا ذکر [illegible] میرے شیخ طریقت رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان ہے

جل نکلی ہے شیخ کشف کا صحیح ... کی ... چھپ جاتا ہے اہل دل کے مرتبہ میں تسب ... تو ... خدمت ... نہیں ملتا۔ کہ بادشاہوں نے خریدوں میں کسی بیچ قدرت سے ہلکے اپ ... جو ... کی اور سے خوشبو ... تک

کشف المحجوب میں حضرت داتا صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنے ساتھ بیتے ہوئے مکشوفات کا تذکرہ فرماتے ہیں، باب ... میں لکھتے ہیں

1۔ مجھے ایک مشکل در پیش تھی جس کا حل میرے لیے دشوار تھا۔ میں شیخ ابوالقاسم گرگانی علیہ الرحمہ کی زیارت کے لیے طوس پہنچا۔ میں نے دیکھا کہ وہ اپنے گھر کی مسجد میں تشریف فرما ہیں اور عالم تنہائی میں میرا حال ایک ستون سے بیان کر رہے ہیں۔ مجھے بغیر سوال کیے جواب مل گیا۔ میں نے پوچھا: جناب شیخ! آپ کس سے کہہ رہے ہیں؟ فرمایا: ابھی ابھی اللہ تعالیٰ نے اس ستون کو گویائی دی اور اس نے یہ سوال مجھ سے پوچھا اور میں اس کا جواب دے رہا تھا۔"

2۔ ایک واقعہ کا ذکر ہے کہ میں صحبت شیخ ابو سعید رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر حسب عادت تنہا بیٹھا ہوا تھا کہ ایک سفید کبوتر آیا اور قبر کے غلاف کے اندر چلا گیا۔ میں سمجھا کسی کا پالتو کبوتر اڑ کر چلا آیا ہے۔ غلاف اٹھا کر دیکھا تو وہاں کچھ بھی نہ تھا۔ دوسرے اور تیسرے روز بھی یہی واقعہ پیش آیا جس سے مجھے حیرت تک ہوئی۔ ایک رات شیخ مجھے خواب میں نظر آئے تو میں نے پوچھا؛ فرمایا: "کبوتر میری صفائے معاملات ہے جو ہر روز میری ہم نشینی کے لیے روضہ پر آتا ہے۔"

راقم الحروف (الطاف محمود) قریب ... ماہ کے عرصہ میں قریبی گاؤں ... کی ... میں پیر محمد اعظم شاہ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا کرتا تھا۔ ایک بار ... پریشانی کا سامنا تھا جو کسی صورت حل نہ ہو پا رہی تھی۔ لہذا حتمی طور پر اپنی پریشانیوں کے حل کے لیے حاضر ہوا ... تاہم ... بہت قریبی تعلق رکھنے کے باوجود کبھی ... اور گھریلو معاملات اور پریشانیوں کا ذکر نہ کیا تھا۔ میرے شیخ طریقت رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان ہے

لوگ ہمارے پاس اس وقت آتے ہیں جب پانی سر سے گزر جاتا ہے۔ جیسا کہ وہ
کہتے ہیں "یہ لوگ فقیر کے پاس خوشی کی حالت میں آئیں اور جب ان سے پوچھیں
تو بتائیں کہ صرف ملنے کے لیے آئے ہیں تو کوئی بھی پریشانی نہ ہو۔ اسی فرمان کی
روشنی میں بیعت کرنے آیا کہ تو پریشانیوں کا ذکر کرتا ہے اور سوال کرنے سے کہتا ہے۔
حضرت نے مجھ سے پوچھے بغیر ہی قسم قسم کی خوراکیں منگوائیں اور مجھے ایک جگہ دکھاتے ہوئے
فرمایا "یہ پڑھا جائے تو اللہ تعالیٰ مہربانی فرما کر حاجت پوری فرما دیتا ہے۔" یہ لوگ ہیں
جنہیں شرح صدر حاصل ہوتا ہے۔ علامہ اقبال حضرت مجدد کے مزار پر حاضر ہوئے وہاں
وارد ہونے والے مشاہدات الفاظ میں یہ

حاضر ہوا میں شیخ مجدد کی لحد پر — وہ خاک کہ ہے زیر فلک مطلع انوار

اس خاک کے ذروں سے ہیں شرمندہ ستارے — اس خاک میں پوشیدہ ہے وہ صاحب اسرار

حضرت مجدد علیہ الرحمہ کے بعد وہ شخص جس طرح پردہ پوش ہو گئے لیکن اس کی
ضرورت کے پیش نظر ان کے عام ہونے کی جو خواہش کا اس طرح اظہار کرتے ہیں۔

تیس برس سے ہیں ہند کے میخانے بند

اب وقت ہے کہ تیرا فیض عام ہو اے ساقی

ابھی یہ معلوم کرنا ہے کہ وہ کون لوگ ہیں جن کے پاس فیض ہوتا ہے جس کی روشنی
میں وہ چلتے ہیں اور قرآن پاک کے مطابق باقی مخلوق سے کیوں ممتاز ہوتے ہیں۔ ان کی
ایک جہت شریعت محمدی ﷺ پر تربیت کے ساتھ عمل کرنا ہے اور دوسری جہت تقویٰ تسلیم
اور توکل علی اللہ پر اتنی پختگی ہے کہ وہ سوائے اللہ کے کسی کی طرف نہیں دیکھتے ہیں
صرف پہلی جہت رکھنے والی شخصیات کی پہچان آسان ہے جبکہ دوسری جہت والوں کا پہچاننا
زیادہ مشکل ہے۔ یہی وجہ ہے کہ عام لوگ ایسے اہل اللہ کی تلاش کے مشکل کام کی
جگہ معروف پیروں، عاملوں، جعلی شعبدہ بازوں اور پیشہ ور گدی نشینوں کی جانب گردش کا

ہونا نہیں سمجھتے ہوئے اپنے جواہر صاف کرتے ہیں۔ جو لوگ ان مسائل سے واقف ہیں ان

کا اگر سروے کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ پچانوے فیصد سے زیادہ لوگ باپ دادا کی وجہ سے

ان گدیوں سے وابستہ ہیں یہ مسئلہ اگر کسی اور کی بیعت کا اگر نہیں کریں گے۔ باقی پانچ

فیصد لوگ پہلے ہو چکے مریدوں سے جھوٹی سچی باتیں سن کر مرید ہو جاتے ہیں۔ پوری

آبادی میں سے چند افراد ایسے ہوں گے جو واقعتاً مشاہدہ الٰہی کے راستے حق تعالیٰ کی معرفت

طلب کرنے کی غرض سے مرید ہوتے ہیں۔

یہ بات نہایت حقیقت اور درد مندی سے کہہ رہا ہوں کہ جن لوگوں کی بیعت میں خدا

اور بے نیازی ہے وہ اپنی استغنا میں پردہ ڈالے بیٹھے ہیں۔ مشکل یہ ہے کہ جو شخص بے

نیازی کے اس مقام پر ہو اسے کیا پڑی ہے کہ وہ کسی کی طرف متوجہ ہو؟

علامہ اقبال انہیں لوگوں کے متعلق فرماتے ہیں

ترا جاں کی جونکہ ... فقیری کیا ہے نگاہِ فقر میں شانِ سکندری کیا ہے

دراصل یہی شخص مزید انہیں ... سے دور رکھتی ہیں۔ یہ جو بات

مشہور ہے کہ ... چھپے ہوتے ہیں تو اس کی بھی وجہ یہی ہے۔ جن لوگوں کو اللہ تعالیٰ سے

تعلق حاصل ہوتا ہے جو بندے اور خدا کے درمیان حجابات اٹھا دیتے ہیں تو ان ... یہ

بات نہ صرف مائل بہ کرم ہوتے ہیں بلکہ ... کی تلاش میں ہوتے ہیں۔ مگر انہیں طالب کی

طلب صادق اور مضبوط قوت ارادی کا یقین ہو جائے تو بہ کمال پوری محنت اٹھا لیتے

ہیں۔ معمولی حاجت ... جھوٹ بولنے ... معبودوں کی

دھجیاں بکھیرے ... سے قطع تعلق کرے اور اپنے نفس سے ... لگا ہے

والوں سے ... اپنے پیروں کو جتنا بھی ... کریں انہیں اللہ سبحانہ وتعالیٰ اور اس کے حبیب

اکرم ﷺ سے حضوری ... بے نیازی اور توکل سے حصہ ملنے کی توقع ہو سکتی ہے؟ اللہ

تعالیٰ پر توکل، مخلوق سے بے نیازی کیسے ... کر کے دکھا دیجیے۔

حصولِ علم اور تعلق باللہ تعالیٰ [illegible] بہت مشکل ہے؟ اس جواب کے چناؤ کا فیصلہ کیجیے۔

(جاری ہے)

بقیہ اسلام اور رسک مینجمنٹ

علیہ وسلم کو دشمنوں سے بچاتے ہوئے وہاں سے نکال لے گئے۔ اسی طرح ہجرت کے دوران مدینہ منورہ جانے کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ساتھ تین دن تک غارِ ثور میں قیام کرنا اور مختصر شمالی راستے کی بجائے راستے میں طویل جنوبی راستے کا انتخاب فرمانا بھی خطرات کو کم کرنے کے لیے تھا۔ کیونکہ اس طریقے سے کفار کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچنے کے تمام راستے کو مخفی بنا دیا جس کی وجہ سے ان کا وقت ضائع ہوا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ساتھی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ساتھ بآسانی مدینہ منورہ پہنچ گئے۔

آج پوری دنیا میں رسک مینجمنٹ دوسرے علوم کی طرح باقاعدہ ایک علم (Science) کے طور پر متعارف کروایا جا چکا ہے جسے مختلف شعبہ جات اور برانچز میں تقسیم کر کے ہر ایک کی الگ وضاحت کی جا چکی ہے۔ اس سلسلے میں ادارہ جات وضع کیے گئے ہیں جو لوگوں تک اس کے بارے میں شعور و آگہی پیدا کرنے، اس کی اہمیت اجاگر کرنے اور اسے منتقل کرنے کی غرض سے دنیا بھر میں مختلف قسم کے کورسز کروائے جا رہے ہیں اور باقاعدہ عملی طور پر ڈگری پروگرامز اور سیمینارز کا انعقاد بھی کروایا جاتا ہے۔ جیسے کہ میڈیکل اور علم کے دوسرے کئی شعبہ جات میں سے بطور ایک لازمی مضمون کے شامل کیا گیا ہے۔ جس اگر اسلام میں رسک مینجمنٹ کے بارے میں مذکورہ بالا معلومات کی روشنی میں جائزہ لیا جائے تو پتہ چلتا ہے کہ اسلام ہی نے سب سے پہلے منظم انداز میں نہ صرف رسک مینجمنٹ کا نظریہ دیا اور اس کی حقیقی اہمیت واضح کی بلکہ اس کا عملی اطلاق بھی کر کے دکھایا۔ اسلام نے عقائد، عبادات اور معاملات ہر جگہ میں رسک کو مدِنظر رکھتے ہوئے مختلف اوقات میں رسک کو (cover) کرنے کا حکم دیا ہے۔

☆ [illegible]

C-295 میں ترمیم کیوں؟

وطنِ عزیز پاکستان میں قرآن و سنت کی روشنی میں گستاخانِ نبی اکرم ﷺ کے لیے سزائے موت کا قانون بنا تو اہلِ ایمان سب باغ باغ ہو گئے ان کے قلوب و اذہان مسرت و خوشی سے مخمور تھے اور ان کی آنکھیں ٹھنڈک پا گئیں کہ اب کوئی دریدہ دہن کی بے ادب زبان شفیع مجرماں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ والا صفات بلکہ کسی بھی نبی و رسول کی توہین، بے ادبی یا گستاخی کرنے کی جسارت، جرأت نہ کر پائے گا۔ لیکن اسی ملک خداداد پاکستان میں جب مصطفیٰ کی جانِ رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چاہنے والے اور شیدائی خوش ہونے والے جہاں بہت ہیں کچھ لوگ تڑپ اٹھے اور تب سے اب تک اس قانون میں ترمیم بلکہ تنسیخ کے در پے ہیں اور وقتاً فوقتاً یہ مطالبہ کرتے رہتے ہیں جس سبب کی وجوں سے سر پھرے اور سادہ لوح لوگ اور لے پڑے کے مصداق غلامانِ مصطفیٰ سے ان کی دوری مراد ہے۔ آئیے ان لوگوں کے اعتراضات (شکوک و شبہات) کا علمی جائزہ ایک جائزہ لیتے ہیں۔ پہلے یک نظر اعتراضات پڑھ لیجیے پھر ان کا تجزیہ بھی کریں گے۔ ان شاء اللہ۔

پہلا اعتراض: آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو رحمۃ للعالمین تھے۔ آپ نے اپنے دشمنوں و راستے میں کوڑا کرکٹ ڈالنے والوں کو معاف فرما دیا کرتے تھے تو ہم سزا کیوں دیں؟

دوسرا اعتراض: آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی کسی سے ذاتی انتقام یا بدلہ نہیں لیا کسی کو سزا ہوئی۔

☆ خطیب مرکزی جامع مسجد گوجرخان 0321-5618894

تیسرا اعتراض: اس قانون کی وجہ سے ہم دنیا بھر میں دہشت گرد سمجھے جاتے ہیں۔ ہمارا مذاق اڑایا جاتا ہے اور پاکستان کا تشخص مجروح ہو گیا ہے۔

چوتھا اعتراض: اگر کسی سے گستاخانہ کلمات سرزد ہو جائیں تو حضور کی شان کریمی کی بات بھی تو ہو سکتی ہے۔ ہو سکتا ہے اس سے غیر ارادی طور پر یہ الفاظ ادا ہو گئے ہوں تو اس کے لئے بھی سزا کیوں؟

پانچواں اعتراض: اگر کوئی یہ الفاظ بے دلی سے ادا کرے اور توبہ کی طرف مائل ہو تو اسے سزا سے مستثنیٰ ہو جانا چاہیے۔

چھٹا اعتراض: اس قانون کی آڑ میں لوگ ذاتی دشمنی پر جھوٹا الزام عائد کر کے انہیں سخت سزا تک پہنچا دیتے ہیں۔

ساتواں اعتراض: یہ قانون اقلیتوں کے خلاف امتیازی سلوک ہے۔

آٹھواں اعتراض: چونکہ عدالتیں مذہبی گروہوں سے ڈرتی ہیں اس لئے بھی عدالتوں کے جج صاحبان عوامی دباؤ کے پیش نظر صحیح فیصلہ نہیں دے سکتے۔

جواب نمبر 1 اس میں کوئی شک نہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رحمۃ للعالمین ہیں اور آپ نے جن لوگوں کے جرائم اور بے ادبیوں کو قابل معافی سمجھا آپ حقوق معاف کرنے کا اختیار رکھتے ہوئے معاف فرما دیں لیکن اسلام کی تعلیمات کے مطابق ہر شخص اپنے حقوق معاف کرنے کا اختیار رکھتا ہے لیکن اگر بندہ دوسرے کو معاف نہ کرے تو بعد میں رب بھی معاف نہیں فرماتا۔ اس لئے آج کے دور میں اگر کوئی بدبخت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی توہین کا مرتکب ہو تو امت کو معاف کرنے کی کسی صورت بھی مجاز نہیں۔

جواب نمبر 2 جہاں تک دوسرے اعتراض کا تعلق ہے معافی کی مثالیں دی جاتی ہیں

تو شاید یہ معلوم نہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود آپ کے حکم سے آپ کے گستاخوں کو قتل بھی کروایا ہے۔ اختصار کی غرض سے چند مواقع کی وضاحت میں جن میں آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ سے قتل کروایا

1۔ کعب بن اشرف یہودی کو محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے قتل کر کے حکم کی تعمیل فرمائی۔ (بخاری و مسلم)

2۔ ابو رافع عبد اللہ بن ابی الحقیق کو عبد اللہ بن عتیک رضی اللہ عنہ نے قتل کر کے تعمیل حکم فرمائی۔ (بخاری و مسلم)

3۔ ایک گستاخ عورت کو حضرت عمیر رضی اللہ عنہ نے قتل کر کے حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حکم پورا کیا (مصنف عبد الرزاق)

4۔ ایک اور گستاخ عورت کو قتل کرنے کا شرف حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو حاصل ہوا۔ (مصنف عبد الرزاق)

5۔ ایک گستاخ مرد کو بھی حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے حکم رسول پر قتل کیا۔ (الشفاء)

6۔ ایک گستاخ عورت کو قتل کرنے کا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکم دیا تو قبیلہ کے ایک شخص نے اس کا کام تمام کر دیا۔ (شفا شریف)

فتح مکہ کے موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عام معافی کا اعلان کر دینے کے باوجود چار مردوں اور دو عورتوں کے قتل کا حکم دیا جن میں سے

7۔ عبد اللہ بن خطل کو غلاف کعبہ سے لٹکا ہوا سعید بن حریث رضی اللہ عنہ نے قتل کرنے کی سعادت حاصل کی (نسائی شریف)

8۔ مقیس بن صبابہ کو بازار میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے قتل کر کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو

خوش کیا (۔۔۔ شریف)

جب کہ وحشی، حضرت عکرمہ بن ابی جہل اور عبداللہ بن ابی سرح قتل ہونے سے پہلے ہی بارگاہِ مصطفی میں حاضر ہو کر معافی کے خواستگار ہوئے اور مشرف بہ اسلام ہو کر دامنِ مصطفی میں شامل ہو گئے اور یوں رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی چادرِ رحمت میں ہمیشہ کے لئے پناہ لے لی۔

یہ دو واقعات تھے جنہیں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم خاص سے قتل کیا گیا۔ ان دلائل سے آج کا کوئی "روشن خیال" اور "بزعم خویش" مصلح اسلام یہ نتیجہ نکال سکتا ہے کہ ٹھیک ہے جن کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکم دیا انہیں قتل کر دیا گیا لیکن ہمیں تو حکم نہیں دیا گیا تو ہم کسی کو کیسے سزا دے سکتے ہیں۔ تو ہم عرض کرتے ہیں کہ ان دلائل سے واضح ہو گیا کہ گستاخ رسول کی سزا معلوم ہو گئی کہ وہ جو بھی اس جرم میں گرفتار ہو گا اس کی سزا یہی ہو گی۔ تاہم اگر کوئی بضد ہو کہ بغیر حکم کے سزا نہیں دی جا سکتی تو اسے درج ذیل دلائل پر غور کرنا چاہئے جن میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ظاہری حیات طیبہ میں خود ہی گستاخ رسول کو ٹھکانے لگا دیا اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے اس عمل کو نہ تو غلط کہا اور نہ ہی قصاص یا دیت طلب کی بلکہ ان کے عمل کو پسند فرمایا۔

۱۔ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ایک منافق (بظاہر مسلمان) کو صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فیصلہ تسلیم نہ کرنے پر قتل کر ڈالا۔ آپ کے اس عمل کو حضور مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سراہا بلکہ خود خدا نے بھی اپنی لاریب کتاب میں تائید کر دی۔ (سورۃ النساء ۶۵)

۲۔ ایک نابینا صحابی نے اپنے دو بچوں کی ماں (اپنی باندی) کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی گستاخی کرنے پر قتل کر دیا۔ (ابوداؤد شریف)

۳۔ ایک یہودیہ کو گستاخی پر ایک صحابی نے گلا گھونٹ کر مار دیا۔ (مشکوٰۃ شریف)

ممکن ہے ان روشن دلائل کے بعد کوئی نادان یہ غلط شبہ پیش کرے کہ چلیں صاحب صحابہ نے جو جو کیا انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تائید تو حاصل ہو گی۔ آپ کے بعد کوئی دلیل دیجئے کہ کسی کو توہین رسالت پر سزا دی گئی ہو تو لیجئے قارئین کرام دلائل حاضر ہیں ملاحظہ فرمائیے

۱۔ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں دو عورتیں صبح و شام میرے آقا ﷺ کی شان میں توہین رسول کرتے دن ایک حاکم نے دونوں کے دانت بھی توڑ دیئے اور ان کے ہاتھ بھی کٹوا دیئے۔ جب یہ خبر تاجدار صداقت خیر امت اور بعد الانبیاء افضل البشر سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو پہنچی تو آپ نے فرمایا کاش تم ایسا نہ کرتے تو میں یقیناً ان کے قتل کا حکم دیتا۔ (شفاء شریف) معلوم ہوا کہ آپ کے نزدیک بھی شاتم رسول کی سزا قتل ہی ہے۔

۲۔ ایک شخص امامت کرتے ہوئے توہین رسالت کی نیت سے سورہ عبس کی ابتدائی آیات پڑھتا تھا۔ جب تاجدار عدالت سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو پتہ چلا تو آپ نے اس کی گردن اڑا دی۔ (روح البیان)

ایسے روشن اور کثیر دلائل کے بعد بھی اگر کوئی توہین رسالت کے مرتکب کی سزا قتل ماننے کے لئے تیار نہیں تو پھر اس کے لئے کوئی جواب سوچ لے جس دن مصطفیٰ جان رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دامن کے سوا کہیں پناہ نہ ملے گی۔ یہاں ایک اور شبہ پیدا کیا جا سکتا ہے کہ رحمت عالم ہوتے ہوئے آپ کی یہ تعلیم کیسے ہو سکتی ہیں۔ قارئین کرام! یہ بات اچھی طرح ذہن نشین کر لیجئے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات کی حیثیت فقط ایک فرد کی نہیں بلکہ آپ کی ذات بابرکات تو اسلام، ایمان، قرآن بلکہ خود دین کی پہچان کا نام ہے۔ جب یہ ہے تو آپ کی بے ادبی دین کی بے ادبی ہو گی

اور اسلام کی بھی، قرآن کی بھی، خود محسن کی بھی۔ یہ صحیح ہے پاکستان کی توہین کو پاکستان کی توہین نہیں سمجھا جاتا۔ اور عمر و عدالت میں جج سے الجھنے کو توہین عدالت نہیں تصور کیا جاتا

یہاں پر ایک اور مغالطہ بھی ہو سکتا ہے کہ جب آپ کی توہین، اسلام، ایمان، قرآن اور محسن کی توہین ہے تو پھر آپ نے بعض لوگوں کو معاف کیوں کر دیا۔ جواب بڑا آسان ہے کہ آپ نے رب دو جہاں کے دیئے ہوئے علم سے جس کے جرم کو قابل معافی سمجھا رب دو جہاں کے دیئے ہوئے اختیار سے معاف فرما دیا۔ جس کا جتنا اور جس نوعیت کا جرم تھا آپ نے اس کے مطابق فیصلہ فرما دیا۔ ہمیں اس میں پریشان ہونے کی چنداں ضرورت نہیں۔

یہاں ایک اور بات کی طرف بھی اشارہ کرتا چلوں کہ بعض حضرات اس سوال کا جواب دیتے ہوئے یہ کہہ دیتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی ذات کے لئے کبھی انتقام نہیں لیا البتہ جن لوگوں نے آپ کے مشن میں رکاوٹ ڈالی ان کو آپ نے کبھی معاف نہیں کیا حالانکہ حقیقت اس کے بالکل برعکس ہے۔ آپ نے اپنے مشن کے مخالفین کے ساتھ ہمیشہ میدان جنگ میں مقابلہ و مقاتلہ کیا جبکہ اپنے ذاتی گستاخوں کو قتل کروا دیا۔ آپ کی ذات کی حیثیت دراصل مشن کی سی ہے۔

جواب نمبر 3 تیسرے اعتراض کے جواب میں گزارش ہے کہ بیرونی دنیا کے ڈر سے کیا ہم ناموس رسالت کے تحفظ سے ہاتھ اٹھا لیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گستاخوں کو کھلی چھٹی دے دیں؟ بیرونی دنیا اگر کل ہم سے خدا کو ایک ماننے پر ناراض ہو جائے تو کیا ہم خدا کو ماننا چھوڑ دیں گے؟ دوسری بات یہ ہے کہ بیرونی دنیا اپنے قوانین کیا ہم سے پوچھ کر اور ہماری پسند و ناپسند کو سامنے رکھ کر بناتی ہے؟ نہیں نا! تو ہم کیوں اصولوں میں ان کے جذبات کے پابند رہیں؟ تیسری بات یہ کہ ان کا اپنا کردار کتنا شفاف

ہے عراق، فلسطین، افغانستان اور کشمیر میں جو کچھ ہو رہا ہے یہ درندگی سے وحشت گردی اور بے شک کرنا مناسب ہے ملت کا تحفظ۔ جہاں تک پاکستان کے وقار کا تعلق ہے تو کہہ دیں اس قانون کو ختم کر کے اگر گستاخوں کو کھلی چھٹی دے دی جائے اور گستاخیاں عام ہو جائیں تو پاکستان کا وقار تباہ ہو جائے گا خطرے میں پڑ جائے گا۔

جواب نمبر 4 چوتھے اعتراض کے بارے میں جواب یہ ہے کہ توہین کا اعتبار نیت پر نہیں الفاظ اور عرف عام میں ان کے مفہوم پر ہوتا ہے۔ اگر کوئی شخص اپنے والد صاحب کو گدھا کہہ دے اور والد صاحب کے پوچھنے پر کہے کہ میری نیت آپ کی توہین کرنا نہیں بلکہ آپ کی شرافت کا ظہور ہے۔ گدھا بھی شریف جانور ہے اور آپ بھی شرافت کا پیکر ہیں تو والد اس کی نیت کو دیکھے گا یا الفاظ کو۔ جب دنیا میں بولے جانے والے الفاظ ہی ہماری عزت یا ذلت کا فیصلہ کرتے ہیں نیت کا دخل نہیں تو جناب انبیاء و مرسلین علیہم السلام کے لیے کلیہ قاعدہ اس سے جدا کیوں۔ یہ قرآن مجید و فرقان حمید سے بھی یہی اصول ملتا ہے۔ دلیل اس کی یہ ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے "راعنا" کے الفاظ کبھی بھی گستاخی کی نیت سے نہیں کہے تھے لیکن رب العزت نے انہیں بھی یہ کلمہ کہنے سے منع فرما دیا۔ اس کے بعد اگر کوئی اچھی نیت سے بھی کہتا تو گستاخی ہی ہوتی حالانکہ یہ کلمہ تو بلکہ گستاخی والا تھا بھی نہیں۔ آج اگر کوئی گستاخانہ کلمات بھی کہہ جائے اور پھر نیت درست ہونے کی آڑ لے تو اسے کیسے معاف کیا جا سکتا ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ نیت اور ارادے کی چھان بین کو درمیان میں ڈال دیا جائے تو یہ گستاخوں کو کھلی چھٹی دینے کے مترادف ہوگا۔ آئے دن کوئی نہ کوئی گستاخی کرے گا اور پھر نیت کا بہانہ بنا کر سزا سے چھوٹ جائے گا۔

جواب نمبر 5 پانچویں اعتراض کے حوالے سے عرض ہے کہ توبہ کا موقع دینے سے پہلے،

اصطلاحات کا جاننا ضروری ہے

(۱)۔ لزوم کفر (۲)۔ التزام کفر

لزوم کفر کے معنی ہیں ”کفر کا لازم ہونا“ اور التزام کفر کے معنی ہیں ”کفر کو اپنے اوپر لازم کر لینا“ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ خود قائل کو اپنے کلمات کے مفہوم کا پتہ نہ ہو یہ لزوم کفر کی صورت ہے۔ یعنی اس نے الفاظ تو ایسے بول دیئے جن سے کفر لازم آتا ہے لیکن اسے کافر نہیں کہا جائے گا۔ اسے اس کے الفاظ کی حقیقت بتا کر توبہ کی طرف راغب کیا جائے گا اگر وہ اپنے الفاظ کی سنگینی کو محسوس کرتے ہوئے توبہ کر لے تو ٹھیک ہے۔ اور اگر ضد اور ہٹ دھرمی کا مظاہرہ کرتے ہوئے توبہ سے انکار کر دے تو اس پر التزام کفر متحقق ہو جائے گا اور اب وہ کافر ہو جائے گا اور سزا کا مستحق بھی ہو جائے گا۔ اگر کسی شخص سے شان انبیاء میں عدم علم کی بنا پر کفریہ کلمات ادا ہو جائیں اور قرائن سے یہ بات ثابت ہو جائے کہ قائل ان معانی کا علم نہ رکھتا تھا تو اسے سمجھایا جائے گا اور توبہ و رجوع کا موقع دیا جائے گا۔ اگر وہ رجوع کرے تو بہتر ورنہ التزام کفر متحقق ہو جائے گا اور وہ شخص مرتد ہو کر واجب القتل قرار پائے گا۔

جہاں تک صریح اور واضح الفاظ میں توہین و گستاخی کے مرتکب کی توبہ کا تعلق ہے تو جمہور فقہاء کے نزدیک توبہ نہیں اور وہ واجب القتل ہے جبکہ فقہاء کی ایک مختصر جماعت کی رائے یہ ہے کہ اگر وہ فی الواقع اپنے گستاخانہ فعل پر نادم ہو کر سچی توبہ کر لے تو اس سے قتل کی سزا معاف ہو سکتی ہے یعنی قتل نہیں کیا جائے گا۔ سوال یہ پیدا ہوگا کہ جب مرتد کی توبہ قبول ہے تو گستاخ کی توبہ کیوں قبول نہ کی جائے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ گستاخی کرنے والا اگر پہلے مسلمان تھا تو گستاخی کرنے سے ہی وہ مرتد ہو جاتا ہے اور اس کی توبہ اللہ کے نزدیک قبول ہے اور اب توبہ کرے گا تو اس کی مسلمانی واپس آ جائے گی اور بعد میں قتل اس کی حد ہے۔

پر بھی جائز ہو جاتی اور قتل واجب ہو گی۔ پھر اگر پیچھے سے توہین ہوئی تو بروز حشر بھی کام آ سکتی ہے

جواب نمبر 6 چھٹے اعتراض کا جواب انتہائی سادہ ہے کہ "کوئی کسی پر جھوٹا الزام لگاتا ہے تو عدالت کا کام ہے کہ صحیح صورت حال تک پہنچے حقیقتاً اگر الزام جھوٹا ہو تو الزام لگانے والے کے لئے بھی شریعت میں مفتری کی سزا موجود ہے۔ جھوٹا الزام لگانے والوں کی ذاتی دشمنی کی بنا پر 295-C کی آڑ لینے والوں کو قانون شریعت کے مطابق سزا دی جاتی ہے تاکہ آئندہ کسی کو ایسی جرأت نہ ہو۔ اس مسئلہ کا یہ حل نہیں کہ توہین رسالت کا قانون ہی ختم کر دیا جائے۔ ہمارے معاشرے میں ہزاروں کی تعداد میں جھوٹی FIR درج کی جاتی ہیں اور بے گناہوں کو گناہگار ٹھہرایا جاتا ہے۔ تو کیا FIR درج کرنے کا قانون ختم کر دیا جائے۔

جواب نمبر 7 ساتویں اعتراض کے حوالے سے یہ خیال بھی سراسر غلط تصور کیا جاتا ہے کہ یہ قانون صرف اقلیتوں کے لئے ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اس قانون کا اطلاق ہر اس فرد پر ہوتا ہے جو گستاخی کا مرتکب ہو۔ اس کا تعلق چاہے اقلیت سے ہو چاہے اکثریت سے مسلمانوں سے ہو یا غیر مسلموں سے۔ پاکستانیوں سے ہو یا غیر پاکستانیوں سے اور وہ مرد ہو یا عورت۔

مزید یہ قانون تنگی کو اور نہیں بلکہ تنگی سے تحفظ کی ضمانت ہے۔ اس قانون سے پہلے اگر کسی پر گستاخی کا الزام لگتا تو بغیر تحقیق کے دو طرح سے کوئی جماعت بغیر ہوئے اس کی گردن اڑا دینے کے لئے تیار ہو جاتا۔ لیکن اب ملزم جب تک عدالت کے روبرو مجرم ثابت نہ ہو جائے سزا سے محفوظ رہتا ہے۔ وہ لوگ بھی قانون ہاتھ میں لینے سے باز رہتے ہیں جو عدالتوں کا کام خود کرتے ہیں۔

یہ بات بھی یاد رکھنے کی ہے کہ یہ قانون صرف جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے مخصوص نہیں ہے بلکہ تمام انبیاء و مرسلین علیہم السلام سے گستاخی و بے ادبی کرنے والوں کے لئے ہے۔

جواب نمبر 8 — تحریر میں عدالت کے متعلق شک ہے کہ یہ قانون اس لئے قابل تسلیم نہیں کہ جج صاحبان عوامی دباؤ کے پیش نظر درست و مبنی بر انصاف فیصلہ نہیں کر سکتے تو پھر تو دوسرے قوانین بھی ختم کرنا پڑیں گے جن کا درست اور مبنی بر انصاف فیصلہ کرتے ہوئے کبھی رشوت کا دباؤ پڑ جاتا ہے تو کبھی سفارش کا، کبھی مجرمین کا خوف آڑے آ جاتا ہے تو کسی کی طرف کی ہمدردی قلم کا رخ موڑ دیتی ہے۔ اور یہ بھی بتایئے گا کہ ان قوانین کا کیا کیا جائے جن کا درست فیصلہ ہونے کے بعد امکان پیدا ہو تو مجرم کا فرار کروا دیا جاتا ہے یا کہیں بحال کر دیا جاتا ہے۔

دوسری بات یہ کہ عوامی دباؤ کے ساتھ اب درست فیصلہ نہ کرنا جج کی مجبوری یا غلطی تو ہو سکتی ہے قانون کی نہیں۔ لہذا جج کی اصلاح کے بارے میں سوچا جائے نہ کہ قانون کے بارے میں۔ تم علیم [illegible] نے خود عدالت پر [illegible] بہتان بند کروا دیا کون سی عقلمندی ہے۔

تیسری بات یہ ہے کہ اگر جج (صرف جج بلکہ ہر مسلمان) کوئی بھی فیصلہ دینے سے پہلے اس عدالت کا تصور ذہن میں رکھیں کہ جس میں سب کے فیصلوں کا حساب کتاب ہونا ہے تو عوامی دباؤ ان شاء اللہ بے اثر ہو جائے گا۔

☆☆☆☆ ☆☆☆☆ ☆☆☆☆

غوث پاک کی گیارہویں

(شریعت کی روشنی میں)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حضور سیدنا قطب الاقطاب حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ کا وصال شریف 561ھ میں 90 سال کی عمر شریف میں ہوا تھا (اخبار الاخیار صفحہ ۲۶) حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب ما ثبت بالسنہ میں وصال شریف کی تاریخ 11 ربیع الثانی لکھی ہے۔ فرمایا آپ رحمۃ اللہ علیہ ماہانہ گیارہ تاریخ کو نبی کریم ﷺ کو ایصال ثواب کرتے تھے (قرۃ الناظر صفحہ) اسی مناسبت سے ہر ماہ کی گیارہ تاریخ کو گیارہویں شریف کے نام سے آپ کا اسی مناسبت کا سلسلہ اولیاء میں رائج چلا آرہا ہے اور ہر سال گیارہ ربیع الثانی کو بڑی گیارہویں شریف منائی جاتی ہے۔ الغرض گیارہویں شریف ایک اصطلاح ہے جس کی حقیقت حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ کا ایصال ثواب ہے۔ اہل علم جانتے ہیں کہ حقیقت دلائل سے ثابت ہو تو اصطلاح میں کوئی قباحت نہیں ہوتی۔ مطلق ایصال ثواب کا جواز جب دلائل سے ثابت ہے تو گیارہویں شریف بھی ایصال ثواب کا ایک فرد ہے۔ اس فرد کے جواز کے لئے الگ دلائل طلب کرنا جہالت ہے۔

صاحب شریعت ہی ہر چیز کا مالک ہوتا ہے جس سے شریعت منع نہ کرے وہ جائز ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ھو الذی خلق لکم ما فی الارض جمیعا۔ اللہ تعالیٰ نے زمین کی

(☆ 0322-7110710 · 0303-7931327

تمام اشیاء تمہارے فائدے کے لیے پیدا کی ہیں (البقرۃ ۲۹)۔ تو گویا ہر وہ شے جو خدا نے پیدا کی ہے وہ قابل فائدہ اور قابل استعمال ہے البتہ جس حرام چیز کی جس چیز سے شریعت روک دے گی بس وہی منع ہو جائے گا۔ چنانچہ ارشاد خداوندی ہے وقد فصل لکم ما حرم علیکم یعنی جو چیزیں تم پر حرام ہیں ان کی تفصیل ہم نے علیحدہ بیان کر دی ہے (انعام: ۱۱۹)۔

تو گویا جس چیز سے اس نے منع کر دیا ہے وہ ممنوع ہو جائیں گی اور باقی چیزیں اپنی اصلیت پر قائم رہتے ہوئے حلال کی جاتی رہیں گی۔ جب تک ان کے بارے شرعی حکم ممانعت کا نہ ملے ان سے منع نہیں کیا جا سکتا۔

محبوب کریم ﷺ کی احادیث سے بھی یہی قاعدہ ثابت ہوتا ہے۔ مثلاً

الحلال ما احل الله في كتابه والحرام ما حرم الله في كتابه وما سكت عنه فهو مما عفا عنه یعنی حلال وہ ہے جسے اللہ نے اپنی کتاب میں حلال بتایا اور حرام وہ ہے جسے اللہ نے اپنی کتاب میں حرام کہا اور جس سے خاموشی اختیار کی وہ معاف ہے (رواہ ابن ماجہ، ترمذی، مشکوٰۃ صفحہ ۳۶۷) ایک اور حدیث میں ہے کہ عن ابن عباس قال كان اهل الجاهلية يأكلون اشياء ويتركون اشياء تقذرا فبعث الله نبيه وانزل كتابه واحل حلاله وحرم حرامه فما احل فهو حلال وما حرم فهو حرام وما سكت عنه فهو عفو وتلا قل لا اجد فيما اوحي الي محرما على طاعم يطعمه الا ان يكون ميتة الآية یعنی جاہلیت کے زمانے میں لوگ کچھ چیزیں کھا لیتے تھے اور کچھ چیزوں سے نفرت کی وجہ سے انہیں نہیں کھاتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو بھیجا اور اپنی کتاب کو نازل فرمایا اور حلال کو حلال قرار دیا اور حرام کو حرام قرار دیا۔ اب جس چیز کو اس نے حلال کہا وہ حلال ہے اور جس چیز کو حرام کہا وہ حرام ہے۔ مگر جس چیز کے بارے میں خاموشی اختیار فرمائی ہے وہ معاف ہے۔ پھر آپ نے قرآن کی آیت

حلال ہے اور جس سے خاموشی فرمائی وہ معاف ہے ، جو حصہ ہے اس کے حرام ہونے کی دلیل نہیں ہے اور ناجائز ہونے کی دلیل ہی نہیں پتا ہو سکتی ہے جو بغیر دلیل کے حرام ہو جائے (ابن ماجہ ، مشکوۃ صفحہ ۳۶۷)۔

ایک اور حدیث میں ہے ان اللہ فرض فرائض فلا تضیعوھا وحرم حرمات فلا تنتھکوھا وحد حدودا فلا تعتدوھا وسکت عن اشیاء من غیر نسیان فلا تبحثوا عنھا یعنی اللہ نے کچھ چیزیں فرض کی ہیں انہیں ضائع مت کرو اور کچھ چیزیں حرام کی ہیں ان سے دور رہو اور حدود قائم کی ہیں ان سے تجاوز مت کرو اور کچھ چیزوں کے بارے میں خاموشی اختیار فرمائی ہے اللہ تعالیٰ ان چیزوں کو بھولا نہیں تم ان کے بارے میں بحث میں مت پڑو (دار قطنی ، مشکوۃ صفحہ ۳۲)۔

ایک اور حدیث میں ہے ان اعظم المسلمین جرما من سأل عن شیء لم یحرم فحرم من اجل مسألته یعنی مسلمانوں میں سب سے بڑا مجرم وہ ہے جس نے کسی چیز کے بارے میں سوال کیا جسے اللہ نے حرام نہیں کیا تھا مگر اس شخص کے سوال کرنے کی وجہ سے وہ چیز حرام کر دی گئی (بخاری صفحہ ۱۰۸۲)۔

ان دلائل سے اچھی طرح واضح ہو گیا کہ جس چیز سے اللہ تعالیٰ نے سکوت فرمایا ہو وہ مباح اور معاف ہے۔

تو گویا یہ مسئلہ طے پا گیا کہ ہر چیز کی حلت کے لئے ثبوت کی ضرورت نہیں ہے البتہ حرمت کے لئے دلائل کی ضرورت ہوتی ہے۔ اب اس اصول و قاعدہ کلیہ کے عملی طور پر استعمال کی طرف آئیے۔ گیارہویں شریف ، اذان سے پہلے یا بعد میں صلوٰۃ وسلام پڑھنا ، کھڑے ہو کر درود شریف پڑھنا ، سوم یا قل خوانی ، چہلم ، بزرگوں کے عرس ، میلاد شریف کی محفل اور جلوس وغیرہ یہ سب چیزیں ایسی ہیں جن کی حرمت میں اللہ تعالیٰ اور انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام سے نقل کے بعض چیزیں درجہ استحباب تک پہنچی ہیں (ما رآہ المؤمنون حسنا فھو عند

اللہ حسن۔ یعنی جس کام کو مومن اچھا سمجھیں وہ اللہ کو بھی اچھا لگتا ہے۔ (موطا امام محمد صفحہ ۱۴۴) لہٰذا ان چیزوں سے منع نہیں کیا جا سکتا۔ اور اگر کوئی منع کرے تو اسے ممانعت کی دلیل پیش کرنا ہوگی۔ تماشا تو یہ ہے کہ منکرین حضرات گیارہویں وغیرہ کو حرام قرار دیتے ہیں۔ حالانکہ حرام کی تعریف تو یہ ہے کہ ما حرم اللہ فی کتابہ یعنی جسے اللہ نے اپنی کتاب میں حرام قرار دیا ہو (مشکوٰۃ صفحہ ۳۶۷)۔ لہٰذا ان حضرات پر لازم ہے کہ ان چیزوں کی حرمت ثابت کرنے کے لئے قرآن و سنت سے نص پیش کریں۔ ورنہ خود شارع بننے سے اجتناب کریں۔

آج یہ مکتبہ فکر انواع و اقسام طرح طرح کے جلسے کرتے رہتے ہیں۔ حکومتوں کے خلاف جلوس نکالتے رہتے ہیں۔ اپنے مدارس میں سالانہ تقسیم اسناد کے جلسے کرتے رہتے ہیں۔ کبھی مشکوٰۃ شریف کا افتتاحی جلسہ کرتے ہیں اور کبھی بخاری شریف کا ختم کی جلسہ رکھتے ہیں۔ کبھی اپنے مرکزی مدارس کے صد سالہ جشن مناتے ہیں اور کبھی سیرت کے جلسے منعقد کرتے ہیں کوئی اٹھ کر امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو امام اعظم لکھ دیتا ہے اور کبھی کوئی آپ ﷺ کو امام اہل حدیث لکھ دیتا ہے۔ کبھی "امام اہل حدیث کانفرنس" کے اشتہارات دیواروں پر چسپاں نظر آتے ہیں اور کبھی جمعیت کانفرنس کے پوسٹر در و دیوار کو زینت بخش دیتے ہیں۔ کہیں ختم نبوت کا نعرہ بلند ہو جاتا ہے اور کہیں تاج و تخت ختم نبوت زندہ باد کی گونج سنائی دیتی ہے۔

کیا کوئی صاحب عقل ان سب باتوں کو قرآن و سنت کی تصریحات سے ثابت کر سکتا ہے؟ یہی سب کام کرنے والے ہمارے دوست ہیں جو میلاد شریف اور گیارہویں شریف سے منع کرنے میں مصروف رہتے ہیں۔ ہم سے قرآن و سنت سے دلائل کا مطالبہ کیا جاتا ہے مگر خود ان دوستوں کے پاس مذکورہ بالا تمام کام کرنے کے جواز کے لئے نہ قرآن موجود ہے اور نہ حدیث۔

کو دعوت دیتے آخر یہ چکر کیا ہے؟ یہ خود ہی نہیں تو جو [illegible] اور اگر تمام ادیان تو دعوت۔ جو ہاتھ میں ہم سے مختلف ہیں اگر یہ جھوٹ ہے تو جھوٹے پر لعنت۔ اور اگر یہ حق ہے اور یقیناً حق ہے تو پھر یہ دوہرا معیار کیوں؟

گیارہویں شریف میں کیا ہوتا ہے؟

گیارہویں شریف کی محفل میں تلاوت قرآن پاک، نعت شریف، درود شریف، ذکر، کھانے پینے کی حلال چیزوں کا ایصال ثواب ہوتا ہے۔ آپ دیانت داری سے دیکھئے مذکورہ چیزوں میں سے ہر ایک چیز پر قرآن و حدیث موجود ہے۔ ان میں سے کوئی ایک چیز بھی ناجائز نہیں بلکہ ہر چیز محمود اور پسندیدہ ہے۔

قرآن کی تلاوت سے اچھی چیز کیا ہے؟ نعت کا تعلق ہے۔ حضور نبی کریم ﷺ حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ سے خود اپنی نعت سنا کرتے تھے (بخاری، مشکوٰۃ صفحہ ۴۱۰)

درود شریف کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے صلوا علیہ وسلموا تسلیما یعنی میرے محبوب پر درود وسلام پڑھا کرو۔

نبی کریم ﷺ ہر سال دو قربانیاں کیا کرتے تھے ایک اپنی طرف سے اور ایک اپنی امت کی طرف سے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ ہر سال دو قربانیاں کرتے تھے۔ حضرت حنش رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ آپ ایسا کیوں کر رہے ہیں تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا مجھے حضور ﷺ نے وصیت فرمائی تھی کہ دو قربانیاں دیا کرو ایک اپنی طرف سے اور دوسری حضور ﷺ کی طرف سے (مشکوٰۃ صفحہ ۱۲۸)۔

حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ سے پوچھ کر اپنی مرحومہ ماں کے نام کا کنواں کھدوایا۔ اور اس کنوئیں کا نام سعد کی ماں کا کنواں رکھا۔

یہ وہ سارے کام ہیں جو گیارہویں شریف میں ہوا کرتے ہیں۔ یعنی تلاوت،

نعت، درود شریف اور کھانے پینے کی حلال چیزوں کا ایصال ثواب ہے۔ محمد ﷺ کے کام کا ثبوت بھی فرما دیا ہے

گیارہویں شریف کی نسبت

ہمارے کچھ دوست کہتے ہیں کہ ہر چیز تو ملک اللہ ہے۔ پھر گیارہویں شریف یا گیارہویں شریف کے چاول یا بکرے وغیرہ کو غوث اعظم کی طرف منسوب کرنا غلط ہے۔ اللہ کریم فرماتا ہے انما حرم علیکم المیتۃ والدم ولحم الخنزیر وما اھل بہ لغیر اللہ یعنی اللہ نے تمہارے اوپر مردار خون خنزیر کا گوشت اور وہ چیز منع کر دی ہے جس پر غیر اللہ کا نام لیا گیا ہو

چونکہ گیارہویں اور بکرے وغیرہ بھی غیر اللہ کی طرف منسوب ہو جاتے ہیں لہذا قرآن کی اس آیت کی روشنی میں یہ بھی خنزیر کی طرح حرام ہے۔ اب ایسے بکرے کو بے شک بسم اللہ پڑھ کر ذبح کریں۔ وہ پھر بھی حرام ہے جس طرح کتے کو بسم اللہ پڑھ کر ذبح کرنے سے بھی وہ حلال نہیں ہوتا ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ کی طرف گیارہویں یا بکرے کی نسبت مجازی ہوتی ہے۔ ہمارا مقصد یہ ہوتا ہے کہ چاول یا بکرے کا ثواب حضور غوث اعظم کو ملے۔ جسے ایصال ثواب کرنا ہو اس کی طرف بکرے وغیرہ کی نسبت کر دیا کرتے ہیں۔ جس طرح حضرت سعد نے کنواں کھدوا کر اپنی ماں کی طرف منسوب کر دیا تھا۔

مجازی نسبت کی بے شمار مثالیں قرآن و سنت میں موجود ہیں مثلاً شفا دینے اور

مردہ زندہ کرنے کی نسبت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف (آل عمران ۴۹)

بیٹا عطا کرنے کی نسبت حضرت جبریل علیہ السلام کی طرف (مریم ۱۹)۔

پرورش کرنے کی نسبت ماں باپ کی طرف (بنی اسرائیل ۲۴)۔

حتی کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ان المساجد للہ (مسجدیں اللہ کی ہیں) مگر نبی کریم ﷺ کی مسجد کو مسجد نبوی کہا جاتا ہے۔ اگر وہابی اہل بدعت کے اصول کو دیکھا جائے تو یہ نبی کی مسجد نہیں بلکہ اللہ کی مسجد ہونا چاہیے۔ اور شہر کا نام مدینۃ النبی نہیں بلکہ مدینۃ اللہ ہونا چاہیے۔

ان صلاتی ونسکی ومحیای ومماتی للہ رب العالمین (یعنی میری نماز، میری قربانی، میری زندگی اور میری موت سب اللہ رب العالمین کے لیے ہیں)۔ اس آیت شریفہ میں نماز، قربانی، زندگی اور موت کی مجازی نسبت بندے کی طرف ہے اور عبادات ہونے کے لحاظ سے اس کی نسبت اللہ کریم کی طرف ہے۔ اس آیت میں مجاز اور حقیقت کا بہترین امتزاج موجود ہے۔ اور دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی کر دیا گیا ہے۔

حدیث شریف میں ہے کہ رمضان اللہ کا مہینہ ہے اور شعبان میرا مہینہ ہے۔ شعبان کی نسبت نبی کریم ﷺ کی طرف مجازی ہے۔ ورنہ ہر مہینہ اللہ ہی کا مہینہ ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ الا اصلی بکم صلوۃ رسول اللہ ﷺ (یعنی اے لوگو کیا میں تمہیں رسول اللہ ﷺ کی نماز پڑھ کے دکھاؤں؟) (ترمذی جلد ا صفحہ ۳۵، ابو داؤد جلد صفحہ ۱۰۹)۔ اس حدیث شریف میں نماز کو نبی کریم ﷺ کی نماز کہا گیا ہے۔ یہ مجازی نسبت ہے۔

نبی کریم ﷺ ہر سال دو قربانیاں دیتے تھے اور ذبح کرتے وقت فرماتے تھے محمد اور اس کی امت کی طرف سے بسم اللہ اللہ اکبر۔ ایک روایت میں اس طرح ہے کہ بسم اللہ اللہ اکبر اللہ یہ میری طرف سے ہے اور میری امت کے ان لوگوں کی طرف سے ہے جو قربانی نہیں دے سکتے (مشکوٰۃ صفحہ ۱۲۸)۔

اس حدیث پر غور فرمایئے ذبح کرتے وقت اللہ کے نام کے ساتھ نبی کریم ﷺ نے اپنا اور اپنی امت کا نام بھی لیا ہے لیکن کیا کوئی شخص یہ بدگمانی کرنے کی جرأت کر سکتا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ذبح کرتے وقت غیر اللہ کا نام لیا ہے لہٰذا یہ جانور حرام ہے؟ یہاں

ہم اہل اسلام کے بارے میں بدگمانی سے کام لینے والوں اور انہیں بدعتی مشرک ثابت کرنے والوں کو للکارتے ہیں کہ جس طرح اس حدیث شریف کو سمجھنے کے لیے تطبیق کی عقل، معاملہ فہمی اور تدبر سے کام لیتے ہو اسی طرح محبوب رب ﷺ کی امت کے بارے میں بھی تدبر سے کام لیجئے اور محض غیر اللہ کا لفظ آتے ہی شرک شرک کا واویلا کرنے کا جو رجحان مظاہرہ بند فرمائیے۔ خدا ہم پوری صورت حال کا جائزہ لینے کے بعد اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ یہ حضرات بد نہ علم سے بے گانہ نہیں بلکہ اس کے ساتھ ساتھ حد درجے کے ضدی بھی ہیں۔

اسی طرح ہم روزمرہ کی بول چال میں کثرت سے غیر کا استعمال کرتے رہتے ہیں۔ مثلاً فلاں کا گھر، فلاں کی بھینس، قربانی کے بکرے کو بھی فلاں آدمی کا بکرا کہا جاتا ہے۔ خدا کا بکرا کوئی نہیں کہتا۔ اسی طرح فلاں کا بیٹا، فلاں کی بیوی۔ اب اگر ہر چیز ہر لحاظ سے خدا کی ہے تو پھر بیوی بھی خدا کی ہونی چاہیے۔ اور تمہارے تمام معبودوں پر اس کی وضاحت لازم ہونی چاہیے۔

وما اهل به لغير الله کا صحیح مفہوم

اس آیت کا تعلق ذبح کرنے سے ہے۔ مراد یہ ہے کہ ذبح کے وقت کسی جانور پر غیر اللہ کا نام لیا جائے مثلاً فلاں بزرگ یا پیر کے نام سے ذبح کرتا ہوں تو ایسا جانور حرام ہے۔

اس کے برعکس اگر جانور پر ایصال ثواب کی نیت سے کسی بزرگ کا نام لیا جائے یا قربانی کے جانور پر قربانی دینے والے کا نام لیا جائے اور بعد میں ذبح کرتے وقت بسم اللہ، اللہ اکبر کہہ کر ذبح کر دیا جائے تو یہ جانور بلاشبہ حلال ہے۔ اسے کتے سے تشبیہ دینا بہت بڑی گندی اور غلیظ بات ہے کتا پیدائشی حرام ہے۔ جب کہ بکرا پیدائشی حلال ہے۔ کتے اور کافر کو لاکھ بار بسم اللہ پڑھنے سے وہ حلال نہیں ہو سکتے جب کہ بکرے پر بسم اللہ پڑھنے سے

حلال ہو جاتا ہے۔

یہ بات پوری امت کا اجماعی اور اتفاقی ہے کہ اس آیت کا تعلق ذبح کرنے سے ہے۔ تفسیر قرطبی جلد ۲ صفحہ ۲۱۹، تفسیر کبیر جلد ۲ صفحہ ۱۹۲، تفسیر خازن جلد ۱ صفحہ ۱۱۲، تفسیر مدارک حاشیہ خازن جلد ۱ صفحہ ۲، تفسیر بغوی جلد ۱ صفحہ ۴۳، تفسیر بیضاوی جلد ۱ صفحہ ۱۰۰ اور تفسیر جلالین صفحہ ۲۳ الغرض تمام مفسرین نے لکھا ہے کہ اس آیت کا تعلق ذبح کے وقت سے ہے۔ مثلاً تفسیر بیضاوی جو ایک درسی کتاب ہے اس کے الفاظ یہ ہیں: "ای رفع به الصوت عند ذبحه للصنم" یعنی ذبح کے وقت بت کا نام لینے سے جانور حرام ہو جاتا ہے۔ حتیٰ کہ امام ابوبکر جصاص (متوفی ۳۷۰ھ) لکھتے ہیں کہ "لا خلاف بین المسلمین ان المراد به الذبیحة اذا اهل بها لغیر الله عند الذبح" یعنی مسلمانوں کے درمیان کوئی اختلاف نہیں کہ اس آیت میں وہ ذبیحہ مراد ہے جس پر ذبح کے وقت غیر اللہ کا نام لیا جائے (احکام القرآن للجصاص جلد ۱ صفحہ ۱۲۵)۔

اس مضمون پر حضرت پیر سید مہر علی شاہ صاحب گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ نے پوری کتاب لکھی ہے جس کا نام ہے "اعلاء کلمۃ اللہ فی بیان وما اهل به لغیر الله"۔ حضرت پیر صاحب علیہ الرحمۃ نے اس کتاب میں اس مسئلہ کو خوب واضح فرمایا ہے اور تمام شکوک و شبہات کا ازالہ کر دیا ہے۔ اور ضمناً بہت سے دوسرے مسائل پر بھی خوب بحث فرمائی ہے۔ یہ کتاب عام دستیاب ہے۔

دن مقرر کرنا کسی بھی سنت یا مستحب کام کے لیے دن مقرر کر لیا جاتا ہے تو اس سے شریعت نے منع نہیں کیا ہے۔ نبی کریم ﷺ پیر کو نفلی روزہ رکھتے تھے (مسلم شریف جلد ۱ صفحہ ۳۶۸) گویا روزے کا یہ دن مقرر تھا۔ آپ ﷺ ہر ہفتے کو مسجد قبا میں تشریف لے جاتے تھے (مسلم و بخاری)۔ نبی کریم ﷺ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم کی آزادی کی (بقیہ صفحہ 17 پر)

تحریر: حافظ محمد ناز

تہذیب جدید کے گمراہ کن نعرے
حق و باطل کے اختلاط کی گھناؤنی سازشیں

اٹھا کر پھینک دو باہر گلی میں — نئی تہذیب کے انڈے ہیں گندے

جدید تہذیب نے جہاں ہمیں بہت سارے ... تلوار کو بگاڑ کے رکھ دیا ہے وہاں دین کی خوبصورت مسترہ ... سے وہ مستحکم اور مسلم افکار بھی متاثر ہو کر رہ گئے ہیں۔ اس بے لگام تہذیب نے چند مصنوعی طور کے نا سمجھ... بھی ہمیں عطا کیے ہیں جنہیں ہم آزاد خیال (Liberal, Newtal) طبقہ کے نام سے جانتے ہیں۔ یہ وہی طبقہ ہے جس کی ترجیح اول پاور حاصل کرنا ہے دنیا اور دوسرے امور پر اپنی پکڑ مضبوط رکھتے ہیں اور ایک گروہ سے جو بے دین (Seculars) کا ہے، جس کا مرے سے دین سے کوئی تعلق ہی نہیں۔ وہ تو اس سے بہت آگے کی بات کرتا ہے جب کہ یہ خود کو روشن خیال ... سے کہتے ہیں ... طریقے سے دین کے خلاف گھناؤنی سازشوں کو یہ لوگ "روشن خیالی" کا نام دیتے ہیں اور اپنے تئیں مہذب ہونے کا دعویٰ بھی کرتے ہیں۔

مہذب طبقے کے وہ اصول یہ ہیں

کسی کو کچھ نہ کہو

"سب ٹھیک ہیں کوئی غلط نہیں۔"

"جو جس طرف لگا ہے ٹھیک لگا ہے۔"

"آپ حق بیان کرو باطل خود بخود ختم ہو جائے گا"

فون: 0333-4792593

کی وجہ چھوڑ نہیں، یا چھوڑ نہیں، وغیرہ

ان نظریات اور تحریکوں سے جیسے بیٹا باپ سے ... استعمال میں لا جا رہا ہے چاہے وہ جائز ہو یا ناجائز اور ناقص عقل کو انھیں قبول کرنا پڑتا ہے ظلم کی حمایت ہو کی جب کہ حق پرستوں سے بے یارو مددگاری کا ثبوت دیتے ہوئے باطل کی دعوت کو فکر، یا تو فرعون وقت سے قانون سازی کے طور سے کا نا جائز استعمال کرتے ہوئے وجود کو ہمیشہ مٹانے کی ناپاک کوشش کی۔ اگرچہ وہ کسی بھی صورت میں اپنے مقصد کو حاصل نہ کر سکے۔

نظریات جدیدہ کو حق ثابت کرنے کے لیے کئی ایک مجہول تاریخی واقعات سے ... ان کے تقاضوں کو بھی مدد بنا کر پیش کیا جاتا ہے لیکن بعض دیکھنے سے ادراک ہونے سے مفروضے بھی قائم کر کے ان سے مثالیں اخذ کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ (یہ موضوع طویل تفصیل کا متقاضی ہے۔ ان شاء اللہ بعد کسی موقع پر بیان کیا جائے گا)

... خود ساختہ اصولوں میں ... مکتب فکر سے تعلق رکھنے والوں کو اس کی ... ظرف ہے۔ ظاہر ہے کہ قوم کو کسی پر عمل درآمد کروانا ہی تو ہر کوئی اپنے آپ کو ... سے الگ سے چل سکتا ہے اور اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ ہر کوئی اپنے مقصد میں پوری طرح سے کامیاب ہے۔

نہیں ہوئی ... معلومات ... العقل شخص ... مناقات اصولوں کی کسی صورت ... نہیں سکتی ... کہ حق اور باطل دو الگ الگ وجود ہیں ایک حق ہے اور ایک باطل اور ان میں تو کسی طور بھی میل نہیں ہے۔ یہی ہمیشہ سے "قومی نظریہ" کی اور یہی اسلام کا قانون ہے۔

اللہ تبارک و تعالیٰ کا ... سے یہ فیصلہ رہا ہے کہ وہ حق و باطل کے درمیان ہمیشہ معیار

ظاہر فرمائے گا اور اس نے اپنے فضل سے حق میں یہ طاقت رکھ دی ہے کہ حق کی
طاقت سے ہی باطل کو شکست دلوائے گا۔ وہ حق کو غالب کرے گا لیکن باطل کو ختم بھی وہ
فرمائے گا۔ جہاں حق کا بول بالا فرمائے گا وہاں باطل کا منہ کالا بھی فرمائے گا۔ حق میں
باطل کی آمیزش سے قطعاً گوارا نہیں۔ حق کے ساتھ اس کی تائید ہے اور باطل پر اس کی پھٹکار
ہے۔ اس نے اپنی کتاب فرقان میں کھلے لفظوں میں یہ اٹل فیصلہ سنا دیا ہے۔

وہ فرماتا ہے

جاء الحق وزهق الباطل ان الباطل كان زهوقا (پارہ 15 سورۃ الاسراء 81)

"حق آیا اور باطل مٹ گیا۔ بے شک باطل کو مٹنا ہی تھا۔" (کنزالایمان فی ترجمۃ القرآن)

اور فرماتا ہے

ويريد الله ان يحق الحق بكلماته ويقطع دابر الكافرين ليحق الحق ويبطل الباطل (پارہ 9 سورۃ الانفال 7-8)

"اللہ چاہتا ہے کہ اپنے کلمات سے حق کو ثابت فرمائے اور کافروں کی جڑ کاٹ دے تاکہ حق کو حق اور باطل کو باطل ثابت کر دے۔"

اس نے اپنے نبی ﷺ کے اصحاب کرام رضی اللہ عنہم کی ایک محبوب صفت قرآن میں یوں بھی بیان فرمائی ہے۔

والذين معه اشداء على الكفار رحماء بينهم (پارہ 26 سورۃ الفتح 29)

"اور ان (محمد ﷺ) کے ساتھ والے کافروں پر سخت ہیں اور آپس میں نرم دل۔"

(کنزالایمان فی ترجمۃ القرآن)

یہ بات شامل ہے کہ قرآن کریم میں ایک اور پسندیدہ قوم کا تذکرہ فرما کر ان کا وصف عالی بیان کیا جاتا ہے

اذلة على المؤمنين اعزة على الكافرين (پارہ 6 سورۃ مائدۃ 54)

مسلمانوں پر ہم اور کافروں پر سخت۔ (... ترجمۃ القرآن)

آخر میں قصہ تمام کر دیا فرمایا

لکم دینکم ولی دین۔ (پارہ 30 سورۃ الکافرون 6)

"اے قوم کفار تمھارے لیے تمھارا دین اور میرے لیے میرا دین ہے۔"

اب فیصلہ کیجیے قرآن نے تو جب حقائق بیان کیا سب کو ہی حق و باطل بھی کہا، تو وہ تعلیم کیسے کر درست ہو سکتی ہے، جو سراسر قرآن کے خلاف ہو؟ پتہ چلا کہ حق کو حق کہہ کر اور باطل کو باطل کہہ کر ہی جان چھوٹے گی۔ اس کے سوا کوئی چارہ نہیں۔

آج کل نئی تہذیب کا کمال ہے اس نے ہمیں یہ پٹی بھی پڑھا دی

"کافر کو کافر کیوں (ممکن ہے وہ بعد میں مسلمان ہو جائے)"

یعنی پھر تو مسلمان کو مسلمان بھی نہ کہو (ممکن ہے زندگی کے کسی حصے میں وہ معاذ اللہ کافر ہو جائے) اور اسی طرح دیگر مذاہب والوں کو بھی!

لیکن قرآن میں اللہ تعالیٰ نے جس جس جگہ کافر کو مخاطب کیا کافر ہی کہا اور مسلمان کو مخاطب کیا تو مسلمان ہی کہا۔ دیکھنے کی بات یہ ہے کہ کافر کو کافر نہیں کہیں گے تو پھر کیا کہیں گے؟ شاید جواب یہ ہو کہ "انسان کہیں گے"

تو جواب یقیناً یہی جواب ہوگا۔ یہی وجہ ہے کہ آج کل انسانیت کا نام لے کر مذہب کی بنیادیں ختم کی جا رہی ہیں۔ اسی لیے تو یہ نعرہ لگایا جاتا ہے

"انسانیت پہلے، مذہب بعد میں"

مگر بحمد اللہ و بفضلہ تعالیٰ ہم مسلمانوں نے سب سے پہلے مذہب سیکھا ہے۔ مذہب ہی ہمیں انسانیت سے صحیح طریقے سے روشناس کرتا ہے

اور کیسے کہ اس قوم کا ... خود اپنی جان کے دشمن ہوتے ہیں۔ ذرا غور فرمائیں کہ کافر کو ... میں کافر نہ کہا جائے؟ ... جس کو کافر کہے

کا کہا جاتا ہے جبکہ خرافات ہیں، بیان اور وقت کی ... یہ بھی اسی

صدی ہے

اور المیہ یہ ہے کہ تہذیب جدید کی ... روایت کی کھوکھلی ... سے شکار ہو
جاتی ہے کہ ان فکر زادوں کی روایات ... اپنی مصنوعات کے برعکس
متعصب، محدود ... اور قدامت پرست ہونے کا طعنہ بھی دیتے ہیں ہم ...
تہذیب کا ڈھنڈورا پیٹنے والوں سے پوچھتے ہیں کہ بتاؤ جب کوئی غلط ہے اسی تمہیں سب
ٹھیک ہیں، تو پھر ماننے والے کیسے غلط ہو گئے! اور اگر کوئی غلط ہے کی ... آپ
حق بیان کرو، باطل خود ہی ختم ہو جائے گا۔ یہ ہے اس سوچ کی اصلیت
الحمد للہ تبارک و تعالیٰ سے پہلے اسلام کے ابدی اصول جو ہمیں بتائے ہیں
وہی پختہ اور غیر متبدل ... اور قیامت تک کے ہر دور کے تقاضوں کو پورا کرنے والے ہیں
ان کو بنانے میں ہی ہم سب کی بھلائی ہے۔ یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس قسم کے جتنے
ہم ... کی نظریے اختراع کیے جا رہے ہیں، جن کے باعث مسلم ... الدین
جیسی قیمتی نعمت سے محروم ہو رہی ہے ... ستر سال بیت چکا ہے ... اور
مسلمانوں کے خلاف یہ خطرناک پروپیگنڈا اس کے پیچھے کس کا ہاتھ ہو سکتا ہے؟
تو سنیے! ہم یہ بات پورے وثوق سے کہہ رہے ہیں کہ یہ تمام قسم کی سازشیں تیار
کرنے والے اور کوئی نہیں مغرب اور مغرب ... قادیانی ... بدعقیدہ فرقے
ہیں، جو ... کی شکست سے پیش پیش رہتے ہیں۔ یہ لوگ صیہونیوں اور دیگر خونی طاقتوں
کے دست شفقت کے پیچھے چلتے ہیں ... سازشیں تخلیق کرتے ہیں اور ان کی
کے ... سے ... اسلام کی جڑیں کاٹتے ہیں۔ ان کی سب سے بڑی چال یہ ہے کہ یہ
آپ کو مسلمان بنتے ہیں، جب کہ در پردہ ... سے کام کر رہے ہوتے ہیں
اب کچھ تھوڑا سا مغربی تعلیم کے بارے میں بھی بات کر لیتے ہیں، معلوم تعلیم بھی کیا گل کھلا

رائی ہے۔ سر سید احمد خان (علی گڑھی) جنہیں برصغیر پاک و ہند میں علم و شعور و انقلاب کا حدی خواں مانا جاتا ہے اور وہ جنہیں قوم کا محسن جانا جاتا ہے، اس وقت پورے عالم اسلام اور تمام سچے مسلمانوں کے لیے سب سے بڑا چیلنج ہیں اسے بانی مرزا غلام احمد قادیانی کذاب کے متعلق کیا سبق دے رہے ہیں۔ لکھتے ہیں

"مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے پیچھے لوگ کیوں پڑے ہوئے ہیں۔ اگر ان کے نزدیک ان کو الہام ہوتا ہے، بہتر، ہم کو اس سے کیا فائدہ؟ ہمارے دین کے کام کا ہے، سو دیکھئے ... ان کا الہام ان کو مبارک رہے۔ اگر نہیں ہوتا اور صرف ان کے توہمات اور عقل و دماغ کا نتیجہ ہے، تو ہم کو اس سے نقصان نہیں ہے۔ وہ جو ہوں سو ہوں، اچھے آدمی ہیں۔"

(خطوط سر سید مرتبہ سید راس مسعود صفحہ 256)

سرسید کیسا گھناؤنا فکر امت و ملت کو تحفہ بنا رہے ہیں

اس کا مطلب یہ ہوا کہ مرزا صاحب و دیگر کے ساتھ ساتھ ہر کسی دنیا کے ہر کسی کو کھلی چھٹی ہے کہ وہ جو کرنا چاہے کرتا پھرے، باطل ہو یا حق، اپنے فکر کی کھلے عام تبلیغ کرے، مرزا صاحب نبوت کا دعویٰ کریں، اللہ و رسول کی گستاخی کریں، قرآن و حدیث کی توہین کریں، شعائر اسلام کا مذاق اڑائیں، دین اسلام کی دھجیاں بکھیریں اور دنیا کا کوئی بد اصل بد نسل اسلام کے ساتھ جو بھی سلوک کرے، ہمیں کوئی ضرورت نہیں کہ خواہ مخواہ ان کے خلاف آواز اٹھائیں۔ وہ کہتے ... سب بدمعاشی جاری رکھے، ہم ان کی راہ کے کانٹے نہیں بنیں گے۔

بتائیے! کس قدر خوفناک اور بھیانک نتائج نکلیں گے، جب اہل حق باطل سے مفاہمت کی راہ اختیار کریں گے۔

مسلمانو! اللہ تعالیٰ نے جنہیں امر بالمعروف (نیکی کا حکم دینا) اور نہی عن المنکر کی

سوچی ہے ساتھ ہی کئی جگہ امر (یعنی نیکی کا حکم) کا حکم بھی دیا گیا ہے ارشاد ہے

1- وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ أُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ

وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ (پارہ 4 سورۃ النساء 104)

"اور تم میں ایک گروہ ایسا ہونا چاہیے کہ بھلائی کی طرف بلائیں اور اچھی بات کا حکم دیں اور بری سے منع کریں۔" (کنز الایمان فی ترجمۃ القرآن)

2 كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ

تَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ (پارہ 4 سورۃ النساء 110)

"تم بہتر ہو ان سب امتوں میں جو لوگوں میں ظاہر ہوئیں بھلائی کا حکم دیتے ہو اور برائی سے منع کرتے ہو" (کنز الایمان فی ترجمۃ القرآن)

اگر صرف محبت کی بات کر لی جائے تو ان میں سے کسی ایک حکم پر بھی عمل نہیں ہوتا۔ یعنی نہ کسی کو یہ بتاؤ کہ وہ جو بات کہہ رہا ہے غلط ہے نہ یہ کہو کہ یہ صحیح ہے۔ اس کو امان دو بس چلتے رہو خاموشی سے اور ہونے دو جو بھی چل رہا ہے تا کہ رحیم کے گروہ میں داخل ہو جاؤ"

تو فرمایا گیا ہے

الْمُتَكَلِّمُ بِالْبَاطِلِ شَيْطَانٌ نَاطِقٌ وَالسَّاكِتُ عَنِ الْحَقِّ شَيْطَانٌ أَخْرَسُ۔

"غلط اور ناحق بات کہنے والا بولتا شیطان ہے اور حق بات کہنے سے خاموش رہنے والا گونگا شیطان ہے۔"

جو شخص ان گمراہی بھرے دور میں حق و باطل کو نہ پہچان پاتا ہو اور ان میں فرق نہ کر پاتا ہو تو جان لے کہ اسلام سچا دین ہے اور اہل سنت سچا مسلک ہے۔ اب بھی اگر کسی کا دل مطمئن نہیں ہوتا تو وہ اس دعا کو کثرت سے پڑھے جسے اللہ کے نبی ﷺ پڑھا کرتے تھے۔ [illegible] سچے دین و مسلک کی طرف رہنمائی [illegible] دعا یہ ہے

اَللّٰھُمَّ اَرِنِی الْحَقَّ حَقًّا وَّارْزُقْنِی اتِّبَاعَہٗ، اَللّٰھُمَّ اَرِنِی الْبَاطِلَ بَاطِلًا وَّارْزُقْنِی اجْتِنَابَہٗ

"اے اللہ! مجھے حق کو اس کی اصل صورت میں دکھا اور اس کی پیروی کی توفیق عطا فرما اور اے اللہ! مجھے باطل کو باطل کی اصل صورت میں دکھا اور اس سے دور رہنے کی توفیق عطا فرما۔"

بعض دینی حلقوں سے معذرت کے ساتھ!

اختلاف ہر معاملے میں مستحسن ہے، سب کو معلوم ہے کہ کسی معاملے میں سب کا متفق ہو جانا عقل مندی کی بات نہیں ہوتی۔ یہی وجہ ہے کہ جو کام اس نہج پر کیا جاتا ہے، وہ بہتر طریقے پر سرانجام پذیر ہوتا ہے اور اس کے نتائج بھی دیرپا ہوتے ہیں، لیکن جو کام اس ڈگر سے ہٹ کر کیا جائے وہ تو پورا نہیں ہوتا اور اگر پورا ہوتا بھی ہے، تو اس کا وجود وقتی ہوتا ہے۔ ہمارے ہاں کی مذہبی حلقوں کے یہ حالات دیکھنے میں آئے ہیں کہ کسی طرح ہر مذہبی خیال طبقے کے لوگوں نے اپنا اپنا کاروبار اور اپنی بات منوانا ہوا ہے۔ دنیاوی معاملے میں وہیں سے گنجائش نکالنا اور جہاں دینی بات آ جائے، وہاں سے کی حرام ہی کی بنا پر دوسروں سے جواب کا ہی غرق کرنا بعض چند مذہبی امور کو لے کر اپنی تمام قسم کی ذمہ داریوں کو پس پشت ڈال کر اختلافات کے پیچھے پڑے ہوتے ہیں۔ اپنا کل وقت، سرمایہ اور طاقت سب کچھ ان اختلافات کو ہوا دینے میں صرف کیے جا رہے ہیں۔ ان کی نظر میں اختلاف (درحقیقت "نکالنا" ہر کسی بات پر متفق نہ ہونا) جسے وہ اختلاف کا نام دے کر اپنے خیال میں مذہبی روایات کو پورا کر رہے ہوتے ہیں۔ اب دیکھنا ہے ہم اس دنیا میں کون کا نہیں کی باعث ہوتا ہے۔ گزشتہ عمر بھر اپنے ہی عقائد سے مطابقت رکھتے ہیں حتیٰ کہ جو بعض مسلکی بھی اپنے عقائد کی حقیقت حاصل نہیں کر پاتے اور اگر کرتے بھی ہیں تو طویل عرصے کے تسلسل تجارب سے بعد انھیں یہ گر حاصل ہوتا ہے، تب تک بہت

ہوں کی فکر کیجیے جو جمع ہوتی ہے لہٰذا ہمیں چاہیے کہ مدارس اپنے پاکیزہ منصب کی قدر پہچانیں یہ بات ذہن نشین کرنی چاہیے کہ کسی کی بھی بات کسی سے لینے دینے آخرت میں جواب دینا ہوگا ان کے منہ سے نکلا ہوا ہر ایک حرف محفوظ ہے مناسب ہے کہ ہر متعلم کو ہدایت و رہنمائی کے دور سے پہلے ... ہمیں حق و باطل سے متعلق دین اسلام والا واضح موقف رکھ کر سنجیدگی و متانت کے ساتھ اس کو ... پاسداری کو بھی ضرورت ہے اور اس کے لیے ... پوری طاقت سے اصول پیش نظر رکھنا چاہیے۔ وباللہ التوفیق

☆☆☆☆ ☆☆☆☆ ☆☆☆☆

بقیہ (تذکرہ مولانا پیر محمد شریف نقشبندی علیہ الرحمہ)

بڑی مشکل سے آپ سے پہلی عید کے وقت ہی گاؤں کی جامع مسجد سے ... آپ ... علاج معالجہ ... جو کوئی افاقہ نہ ہوا ... آپ کو راولپنڈی سے ... تو ... مگر حالات روز بگڑتی گئی آخر 74 سال کی عمر میں 10 ذی الحج 1998ء بمطابق 10 ذیقعد 1418ھ بروز ... واصل بحق ہو گئے۔ آپ کے انتقال کی ... علماء و مشائخ اور عوام الناس کا ایک جم غفیر ... جامعہ ... بادشاہ فاروقی نے جنازہ پڑھایا اور مسجد ... سے ملحقہ جگہ پر دفن کیا گیا۔

آپ کے بعد آپ کے صاحبزادے آپکے مشن کو آگے بڑھا رہے ہیں۔ بڑے صاحبزادے محمد شفیق الرحمن صاحب انگلینڈ میں اور مولانا محمد عمر فاروقی صاحب گاؤں میں دین متین کی اشاعت کے لیے سرگرم عمل ہیں۔ آپ کا عرس مبارک ہر سال کلر کس میں مارچ کے آخر یا اپریل کے شروع میں منایا جاتا ہے۔

خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را

احسن شاہد اعوان ☆

رحمۃ اللہ علیہ

شیخ کامل مولانا پیر محمد اشرف نقشبندی مجددی

نیک اللہ کے بندے جب بھی ہوتے ہیں کہ وہ دنیا میں بھی اللہ اللہ کرتے رہتے ہیں جب کہ دنیا سے چلے جاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان کا ذکر لوگوں کی زبان پر جاری فرما دیتا ہے۔ ایسے ہی متقی اور باعمل بندوں میں ایک ہستی زمین ہستیں صوفی باصفا حضرت مولانا پیر محمد اشرف نقشبندی مجددی علیہ الرحمۃ کی ہے۔

مولانا پیر محمد اشرف صاحب 1924ء میں قصبہ لطیفاں تحصیل و ضلع چکوال میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد ماجد کا نام گرامی میاں محمد تھا جو کہ ایک نیک اور پارسا آدمی تھے۔ مولانا صاحب ابھی دو سال کے ہی تھے کہ آپ کے والد کا انتقال ہو گیا۔ والد کے وصال کے بعد آپ کی والدہ محترمہ آپ اور آپ کے بڑے بھائی میاں احمد دین کو ساتھ لے کر اپنے والدین کے ہاں منتقل ہو گئیں۔ یہاں آپ نانا صوفی خدا بخش کے ہاں پرورش پانے لگے۔ پرائمری تک تعلیم گاؤں کے پرائمری سکول میں حاصل کی۔ قرآن پاک آپ نے نانا محترم سے ہی پڑھا۔ دینی تعلیم گاؤں کے مختلف علماء کی صحبتوں میں رہ کر حاصل کی اور اس کے ساتھ دینی کتب کا مطالعہ جاری رہا۔ بہت ہی وسیع مطالعہ تھا۔ ضرورت کے مطابق مسائل کے بارے میں بخوبی آگاہ تھے۔

آپ نے شروع ہی سے گاؤں کے بچوں اور بچیوں کو قرآن پاک پڑھانا معمول بنا لیا تھا۔ بعد ازاں اسے باقاعدہ ایک مدرسہ "مدرسہ تعلیم القرآن" کا نام دے دیا۔ آپ نے تادم آخر اس سلسلہ کو قائم رکھا۔ آپ نے عمر بھر بچوں بچیوں کو قرآن پاک حفظ کرانا شروع کر دیا۔ حتیٰ کہ مدرسہ "مدرسہ تعلیم القرآن" کا قیام ہی قیامت کا ذریعہ فرمایا گیا جو اہم تھی

☆ 0300-9129852

کر کے دوسری جگہ پر باقاعدہ مدرسہ کی عمارت بنائی جائے۔ 6 مارچ 1987ء کو آپ نے گاؤں کی شمالی جانب 5 کنال کا قطعہ اراضی اس مقصد کے لیے خریدا۔ ابھی کی تعمیر سے پہلے اس قطعہ میں آپ نے شیخ کی مسجد کی بنیاد کے ساتھ باقاعدہ تعمیر شروع کی۔ آپ کی زندگی میں تو اس کی تعمیر کا کام شروع ہو گیا تھا لیکن آپ کی وصیت کے مطابق آپ کے صاحبزادگان نے اس کی تعمیر مکمل کی۔ آج اللہ کے فضل و کرم سے ایک عالی شان مسجد اور مدرسہ کی خوبصورت عمارت مکمل ہو چکی ہے۔ اب مدرسہ کا نام "تدریس القرآن" سے تبدیل کر کے "اشرف المدارس" رکھ دیا گیا ہے جو کہ مولانا محمد اشرف علیہ الرحمہ کے نام سے موسوم ہے۔

محافل کا قیام

آپ مختلف مواقع پر دینی محافل کا انعقاد کیا کرتے تھے۔ چنانچہ اس حوالے سے مولانا عبدالمقصود صاحب ایک خط میں لکھتے ہیں

"1945ء سے جب مستقل طور پر آپ کا بوجھ کندھوں پر اٹھایا ہے صرف اور صرف اللہ تعالیٰ جل مجدہ اور حبیب رب العالی ﷺ کی رضا کے لیے اور مخلوق خدا کو بھٹکے ہوئے انسانوں کو صراط مستقیم پر چلانے کے لیے محافل قائم کی جاتی ہیں۔ ماہ محرم الحرام میں شہید کربلا، ماہ ربیع الاول میں عید میلاد النبی ﷺ، ماہ ربیع الآخر میں عرس محبوب سبحانی غوث الاعظم جیلانی حضور صابر ہر ماہ گیارہویں شریف، ماہ رجب المرجب میں معراج مصطفیٰ ﷺ، ماہ شعبان میں شب برأت، ماہ رمضان المبارک میں شب قدر کے نام سے محافل قائم کی جاتی ہیں"

جلسہ جلوس عید میلاد النبی

حضرت مولانا محمد اشرف علیہ الرحمہ کو نبی کریم ﷺ سے خصوصی عشق تھا اور یہی ان کی زندگی کا سب سے اعلیٰ سرمایہ حیات تھا۔ اس محبت و عقیدت کا یہ تقاضا تھا کہ آقا ﷺ کا یوم ولادت بڑے ہی جوش و خروش سے منایا جائے۔ چنانچہ آپ علیہ الرحمہ عید میلاد

النبی ﷺ خصوصی اہتمام کے ساتھ بڑی شان و شوکت سے مناتے تھے۔ حضرت صاحب کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ آپ پورے علاقے میں سب سے پہلے آپ نے عید میلاد النبی ﷺ کا جلسہ شروع کیا۔ بعد ازاں آپ کی پیروی میں علاقہ بھر میں جلسے منعقد ہونے لگے۔ شروع میں صرف جلسہ ہوتا تھا لیکن حضرت صاحب نے زمانے کے تقاضوں کو نظر رکھتے ہوئے عید میلاد النبی ﷺ کے جلوسوں کا بھی آغاز خود اپنی زندگی میں ہی فرما دیا تھا۔

1980ء میں پہلی دفعہ ایک عظیم الشان جلوس کا اہتمام فرمایا۔ آپ ناسازی طبع کے باوجود بھی خود جلوس کی قیادت فرماتے۔ اگر طبیعت زیادہ خراب ہوتی تو موٹر سائیکل پر بیٹھ کر قیادت فرماتے۔ یہ حضرت صاحب کا ہی فیض ہے کہ اب گردونواح کے دیہات میں بھی جلوس نکل رہے ہیں۔

بدمذہبوں کا رد

آپ عقائد کے معاملے میں بہت سخت تھے۔ اس حوالے سے کسی سے رو رعایت نہیں کیا کرتے تھے۔ اپنی تقریروں میں ہمیشہ ہی بدمذہبوں کے عقائد کا رد فرمایا کرتے تھے اور اپنا عقیدہ قرآن و حدیث کی روشنی میں بڑی عمدگی سے بیان فرمایا کرتے تھے۔ جہاں بھی کوئی خرابی دیکھتے فوراً اس کی مخالفت کرتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ آج تک اللہ کے فضل و کرم سے پورے علاقے میں صرف ہمارا گاؤں گنڈس بدمذہب کے زہر سے محفوظ ہے۔ حالانکہ گردونواح کے تمام دیہات اس کا شکار ہو چکے ہیں۔

بیعت و خلافت

مولانا محمد اشرف نقشبندی مجددی علیہ الرحمہ نے کھوہ شریف میں حضرت پیر سید فتح حیدر شاہ نقشبندی مجددی علیہ الرحمہ کے دست حق پرست پر بیعت کی اور آپ کو خلافت سے نوازا گیا۔ آپ ہر سال گاؤں میں اپنے پیر و مرشد حضرت پیر سید فتح حیدر شاہ نقشبندی مجددی علیہ الرحمہ کا عرس پاک بڑے ترتیب و انتظام کے ساتھ منایا کرتے تھے۔ جس میں مقامی

آبائی گاؤں سے علاوہ دیگر شہروں سے عوام الناس کی ایک کثیر تعداد شرکت فرماتی تھی۔

زہد و تقویٰ

آپ شریعت مطہرہ و سنت نبوی کے پابند تھے۔ فرائض و واجبات کی ادائیگی تو کجا نوافل کی ادائیگی بھی پورے اہتمام سے کرتے تھے۔ ہر وقت یاد الٰہی میں مشغول رہتے۔ سات سال کی عمر سے لے کر وصال تک آپ سے کوئی نماز قضا نہ ہوئی۔ رمضان المبارک میں ہمیشہ اعتکاف کا اہتمام فرماتے اور تقریباً 50 سال کی عبادت سے بہرہ مند ہوتے رہے

سیاسی خدمات

آپ نے اہل سنت کی نمائندہ سیاسی جماعت جمعیت علمائے پاکستان میں بھی [illegible] فرمائی۔ فیلڈ مارشل ایوب خان کے دور میں 1964ء میں آپ [illegible] سے بی ڈی ممبر بھی منتخب ہوئے۔ زکوٰۃ کمیٹی کے چیئرمین کی حیثیت سے بھی [illegible] "مکتوبات" کا نام [illegible] درج کرنے [illegible] ہوگی۔

روحانی معالج

اللہ تعالیٰ [illegible] کا شہرہ تھا آسیب زدہ [illegible] اور دیگر طرح طرح کی بیماریوں [illegible] دور دراز سے آپ کے پاس حاضر ہوتے اور شفایاب ہوتے [illegible] مشائخ بھی آپ کے اس کمال کے معترف تھے

آخری ایام اور وصال

1998ء میں رمضان کے آخری دنوں میں آپ کی طبیعت ناساز ہوگئی اور [illegible] بھی

(بقیہ صفحہ نمبر 85 پر)

از قلم: فیصل خان ☆

مسعود احمد کی تکفیری غلط بیانات اور زبیر علی زئی

ترکِ رفع یدین کے مسئلہ میں راقم نے غیر مقلد عالم حافظ زبیر علی زئی صاحب کی کتاب "نور العینین" میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث پر اعتراضات کا جواب اپنی کتاب "رفع یدین کے موضوع پر نامور غیر مقلد زبیر علی زئی کی کتاب کا محققانہ تجزیہ" میں دیا۔ مگر حافظ زبیر علی زئی صاحب نے اپنے ماہنامہ الحدیث شمارہ نمبر ۶۷ اور شمارہ نمبر ۶۹ میں میری کتاب کے جواب میں دو مختصر سے مضامین لکھے۔ راقم نے ان دونوں مضامین کا جواب اپنی دوسری کتاب "مسعود ترکِ رفع یدین پر غیر مقلد زبیر علی زئی کے مختصر سے مضامین کا جواب" میں دیا۔ مگر پھر دوبارہ حافظ زبیر علی زئی صاحب نے اس کتاب کا جواب "ابو الطریق ... غلطیاں فیصل خان کی" نیٹ پر شائع کرایا۔ اس کتاب میں حافظ زبیر علی زئی صاحب نے جس قسم کی ناروا زبان استعمال کی ہے اس کی حقیقی حالت کا بخوبی اندازہ کیا جا سکتا ہے۔

جواب میں راقم سخت الفاظ لکھنے کا حق رکھتا ہے مگر اپنے اساتذہ کی تربیت کی وجہ سے میں ادب کا دامن تھامے رکھوں گا۔ حافظ زبیر علی زئی صاحب نے اپنی کتاب میں عوام الناس کو جو مغالطہ دینے کی کوشش کی اس کی نقاب کشائی حاضر ہے۔

1 تدلیس کے مسئلہ پر حافظ صاحب نے "ابو الطریق" صفحہ 7 پر یہ سرخی "اصولِ حدیث اور مدلس کی عن والی روایت کا حکم" دی ہے۔ اور اس کے تحت لکھا ہے:

اصولِ حدیث کا مشہور اور معروف مسئلہ ہے کہ مدلس راوی (یعنی جس کا مدلس

☆ 0321-5501977

ہونا ثابت ہو جائے تو ان کی روایت ناقابلِ حجت یعنی ضعیف ہوتی ہے

اور پھر اپنی کتاب کا حجم اور عوام الناس پر رعب ڈالنے کے لئے ۳۴ محدثین کے حوالے دیئے ہیں۔

جواب ( ) پہلی عرض تو یہ ہے کہ ان حوالوں کا انکار کس نے کیا ہے؟ جو اصول ثابت کرنے کے لئے آپ نے ۳۴ حوالے دیئے ہیں۔ ان حوالہ جات کا انکار ورنہ آپ نے خود تخصیصات والی روایت نام پر اور عطاریق صفحہ ۲۰۰،۲۰۱ پر ہے۔ ۳۴ حوالہ جات پیش کرنے کے بعد زبیر علی زئی صاحب لکھتے ہیں

"جس طرح بعض اصول و قواعد میں تخصیصات ثابت ہو جانے کے بعد عام کا حکم عموم پر جاری رہتا ہے اور خاص کو عموم سے باہر نکال لیا جاتا ہے۔ اسی طرح تدلیس کے اصول کی بھی کچھ تخصیصات ثابت ہیں"

پھر موصوف نے صفحہ ۲۰۱ اور صفحہ ۲۰۲ پر چند تخصیصات پیش کی ہیں۔ ملاحظہ فرمائیں

(i) صحیحین میں تمام مدلسین کی تمام روایات سماع یا معتبر متابعات و شواہد پر محمول ہیں۔

(ii) مدلس کی اگر معتبر متابعات یا قوی شاہد ثابت ہو جائے تو تدلیس کا اعتراض ختم ہو جاتا ہے۔

(iii) بعض مدلسین کی روایات بعض شاگردوں کی روایت میں سماع پر محمول ہوتی ہے۔ مثلاً شعبہ کی قتادہ، اعمش اور ابو اسحاق سبیعی سے روایت، شافعی کی سفیان بن عیینہ سے روایت اور یحییٰ بن سعید القطان کی سفیان ثوری سے روایت سماع پر محمول ہوتی ہیں

(iv) بعض مدلسین بعض شیوخ سے تدلیس نہیں کرتے تھے۔ مثلاً ابن جریج عطاء بن ابی رباح سے اور ہشیم حصین سے تدلیس نہیں کرتے تھے لہذا ان کی معنعن روایات بھی سماع پر محمول ہیں۔

(v) اسی طرح اگر کوئی اور بات دلیل سے ثابت ہو جائے تو وہ بھی قابلِ قبول ہے۔

قارئین کرام ملاحظہ فرمائیں کہ زبیر علی زئی صاحب نے جو اصول ثابت کرنا تھا اس اصول کو جس سے خود ہی تخصیصات کر کے اپنی ہی اصول کی تردید کی ہے۔ آپ کو پتا ہی ہے ... روایت ضعیف ہیں ... اور تخصیصات بھی ... ہوتی ہیں۔ لہذا غیر مقلد زبیر علی زئی صاحب مرجح امام شافعی علیہ الرحمہ کا قول ہے جس امام نے کہا امام کی مدلس سے کوئی حدیث قبول نہیں جب تک ... حدثنی یا سمعت کہے (کتاب الرسالہ فقرہ ۱۰۳۵) جو پیش کرتے ہیں۔ ... قول کی تخصیصات ثابت کریں اور امام شافعی کے اصول کی تخصیص دکھائی۔

راقم کا بھی یہی کہنا تھا کہ حافظ زبیر علی زئی صاحب جو امام شافعی علیہ الرحمہ کے قول سے مطلقاً استدلال کرتے ہیں وہ بالکل غلط اور مردود ہے بلکہ امام شافعی علیہ الرحمہ کے اس اصول سے محدثین متفق نہیں بلکہ خود امام شافعی نے اپنے اصول کو اپنی کتاب الام میں بھی ... آگے چل کر امام شافعی علیہ الرحمہ اس قول کا تفصیلی جائزہ پیش کریں گے مگر فی الوقت امام شافعی علیہ الرحمہ کے قول کو زبیر علی زئی صاحب خود مطلقاً نہیں مانتے بلکہ جزوی طور پر اس کا اقرار کرتے ہیں۔

مزید یہ کہ حافظ صاحب نے تخصیصات میں نمبر ۵ کے تحت جو لکھا ہے کہ ... طرق ... کوئی اور روایت مل جائے ثابت ہو جائے تو وہ بھی قابل قبول ہے۔ یہ ایک اہم نکتہ ہے کیونکہ یہ ایک دقیق اور بڑی بات ہے۔ جس کا ایک مفہوم یہ ہے کہ جب ... کی ... سے تدلیس کرنا ثابت ہو تو اس کی روایت بھی قبول ہو سکتی ہے

مزید یہ کہ جس طرح تحقیقی میدان میں زبیر علی زئی صاحب کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ امام شافعی علیہ الرحمہ کے اصول میں تخصیصات ثابت کریں اسی طرح ہمیں بھی حق حاصل ہے کہ ہم بھی اصول حدیث، اقوال محدثین و علماء کرام کی روشنی میں امام شافعی کے اصول میں بھی تخصیص ثابت کریں جو کہ مندرجہ ذیل ہیں

(i) حافظ ابن حجر اور دیگر محدثین کرام کی مدلسین کی طبقاتی تقسیم

(ii) محدثین کرام کے اقوال سے قلیل التدلیس کی تدلیس قبول کرنا

(iii) تدلیس کی مختلف صورتوں کے مختلف احکام

(iv) ثقات سے تدلیس

(v) طویل رفاقت ہونا

(vi) مخصوص اساتذہ سے تدلیس

(vii) خاص شاگردوں کا ان سے روایت۔

(viii) جلالت علمی

(ix) محدثین کرام کا معنعن قبول کرنا۔

(x) تلقی بالقبول

ورنہ یہ بھی عرض کر دوں کہ ان تخصیصات کے علاوہ محقق زبیر علی زئی نے کتاب روایات مدلسین کی شرائط صفحہ ۲۶ تا صفحہ ۳۳ تقریباً ۳۳ کے قریب اصول لکھے ہیں جس کی وجہ سے مدلس کی روایت قبول ہے۔

میں نے جو مندرجہ بالا تخصیصات ثابت کی ہیں ان میں سے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی ترک رفع یدین والی حدیث میں سفیان ثوری کو تخصیص نمبر (i)، (ii)، (viii)، (ix)، اور (x) حاصل ہے جبکہ ایک تخصیص بھی ثابت ہو تو اس سے روایت صحیح ہوتی ہے۔

مزید یہ تحقیق کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث میں سفیان ثوری کو غیر مقلد زبیر علی زئی کی پیش کردہ تخصیصات سے تخصیص حاصل ہے۔ زبیر علی زئی نے نور العینین صفحہ ۱۴۴ پر تخصیص نمبر ۵ کے تحت لکھا ہے کہ: اسی طرح اگر کوئی روایت دلیل سے ثابت ہو جائے تو وہ بھی قابل قبول ہے۔

[illegible]

[illegible] محدث [illegible]

ان من عرف بالتدليس فمعرفته بذلك كافيه في التوقف في حديثه حتى يتبين الامر (ا[illegible] ص ٦٦)

[illegible]

[illegible] حدیث میں توقف [illegible]

[illegible] محدث [illegible]

[illegible]

[illegible] حدیث [illegible] حدیث [illegible] سفیان ثوری [illegible]

[illegible]

[illegible] محدث [illegible]

[illegible] محدثین [illegible]

[illegible]

[illegible] حدیث [illegible]

[illegible] محدثین [illegible]

[illegible] حدیث [illegible]

[illegible] حدیث [illegible] مسعود [illegible] حدیث کے متعلق [illegible]

[illegible]

[illegible] حدیث [illegible]

سفیان ثوری [illegible] محدثین [illegible]

(۱) [illegible]

(ii) [illegible]

(iii) [illegible]

(iv) [illegible] ۲۵۸

(v) [illegible] ۱/۳۱۵

(vi) [illegible]

(vii) [illegible]

[illegible] "ثم لا یعود" کی [illegible]

[illegible]

(i) [illegible] حدیث [illegible]؟

(ii) اگر حدیث [illegible]

(iii) [illegible]

[illegible]

علاوہ غیر مقلدین کو اطراف سے نہیں تھی یہ صرف و صرف ناف کا بغض ہے

غرض اس ضمن میں سے اس نکتہ (جو میں سمجھ چکا ہوں) غیر مقلد زبیر علی زئی سے مناظرے دوران جو جواب مانگا ہوں، یہ ان کی کاوش ہے

"جب سفیان ثوری کو اپنے استاذ عاصم بن کلیب سے روایت کرنے میں وہم ہو سکتا ہے تو پھر دوسرے مجہول یا مجروح راوی سے روایت کرنے میں وہم کیوں نہیں ہو سکتا۔ کہ ثوری نے عاصم بن کلیب سے یہ روایت سنی تھی تو پھر سماع کی تصریح کہاں ہے؟" (نور الطریق صفحہ ۷۸-۷۹)

جواب: اس سلسلہ میں پہلی بات تو یہ ہے کہ سفیان ثوری پر اس حدیث میں وہم کا الزام ہے اور وہ بھی صرف ثم لا یعود کے الفاظ پر نہ کہ باقی ساری روایت پر۔ میں نے اپنی دونوں کتابوں میں لکھا ہے کہ ثم لا یعود کے الفاظ سے بھی احناف کا موقف ثابت ہوتا ہے۔ اور میں نے اس قول کا تحقیقی جواب دے دیا ہے مزید تفصیل کے لئے میری دونوں کتابوں کی طرف مراجعت کریں۔

دوسری بات یہ ہے کہ جن دوسرے مجہول یا مجروح راویوں کی روایت میں اگر وہم و خلل سے ثابت ہو جائے تو ہم ان کے قائل ہو جائیں گے۔ ہم اصولوں کو ماننے والے ہیں اور ہم اصولوں کے تحت ہی تحقیق کرتے ہیں۔ آپ کی طرح نہیں کہ ایک دن ایک موقف اور دوسرے دن دوسرا موقف۔ اور اس پر طرہ یہ کہ ان سب اصولوں کو رجوع کا نام دیں۔ جناب یہ اصول کا عوام الناس کو تو دھوکہ دے سکتے ہیں مگر علمی میدان میں نہیں۔

تیسری بات یہ ہے کہ حدیث کی سماع کے لئے یہ شرط نہیں کہ وہ حدثنا اخبرنا یا سماع کی تصریح کرے۔ کیونکہ مدلس راوی کی روایت میں سماع یا شیخ معلوم ہو جائے تو تدلیس کا اتہام باطل اور مردود ہو جاتا ہے۔ اور ان کا اعتراض ختم ہو جاتا ہے۔

زبیر علی زئی کا عوام الناس کو مغالطہ

قارئین کرام! زبیر علی زئی غیر مقلد کا نور الطریق صفحہ ۹۸ کے اوپر یہ لکھنا کہ "کچھ جواب دیں
تصریح کہاں ہے؟" ایک دھوکا اور مغالطہ ہے۔ کیونکہ زبیر علی زئی عوام الناس کو دھوکا دینے کی
کوشش کر رہے ہیں۔ لہٰذا اس مغالطے کی تحقیق حاضر خدمت ہے

زبیر علی زئی کا پہلا رخ

غیر مقلدین کے حافظ زبیر علی زئی صاحب نے "نور العینین" صفحہ ۲۰۹ پر لکھا تھا" کہ سفیان ثوری کی
حدیث میں یحییٰ القطان سے محتاج ہیں کیونکہ وہ مصرح بالسماع روایت بیان کرتے تھے
(ملخصاً صفحہ ۳۶۲) اور مزید لکھا کہ "امام یحییٰ بن سعید القطان نے فرمایا میں نے سفیان
ثوری سے صرف وہی چیز لکھی ہے جس میں انہوں نے حدثنی اور حدثنا کہا ہے سوائے دو
حدیثوں کے (کتاب العلل ۲۰۷/۱)

اس بات کا جواب راقم نے اپنی دوسری کتاب مسند ترک رفع یدین میں ... کا جواب
صفحہ ۳۰۳ پر لکھا ہے کہ یہاں عرض ہے کہ امام یحییٰ بن سعید کی بے شمار ایسی حدیثیں صحاح
ستہ اور دیگر کتب احادیث میں موجود ہیں جس میں وہ سفیان ثوری کی عن (یعنی معنعن)
روایت بھی لیتے ہیں۔

زبیر علی زئی کا دوسرا رخ

اب ہے مذکورہ بالا اعتراض کا جواب غیر مقلد زبیر علی زئی نے نور الطریق صفحہ ۳۳ پر یوں

لکھا ہے:

جب یحییٰ القطان کی سفیان سے ہر روایت سماع پر محمول ہے تو پھر عن والی روایت بیان کرنا
بھی مضر نہیں اور یہ عنعنہ ثوری کی طرف سے نہیں بلکہ امام یحییٰ بن سعید القطان یا ان کے
شاگردوں کی طرف سے ہے۔

قارئین! ملاحظہ کریں کہ کس طرح زبیر علی زئی نے پانچ تبدیلی کی اور اس طرح
سفیان سے عنعنہ کا ... دیا ... جب محدثین کرام سے ثابت کر دیا کہ یہ روایت

سفیان ثوری سے عاصم بن کلیب سے نقل ہے تو امام سے کہاں [illegible] تھی [illegible]
سعید القطان سے [illegible] شعبہ کو قابل قبول [illegible] سے ثابت [illegible]
ہیں

تحقیق [illegible] ثابت ہو گیا کہ
سفیان سے یہ روایت عاصم بن کلیب سے کی ہے تو [illegible] نہیں ہو گا، بلکہ یہ [illegible]
[illegible] کی طرف [illegible] روایت میں [illegible]
روایت میں [illegible] ثابت نہیں کرتا۔ [illegible] حدیث [illegible] باطل اور
[illegible] روایت میں امام [illegible] نقل [illegible]
[illegible]
[illegible] روایت [illegible] الفاظ [illegible]
[illegible] القطان [illegible] طرف سے [illegible]
[illegible] حدیث میں بیان [illegible] امام [illegible] روایت [illegible]
سے عاصم بن کلیب سے کی ہے [illegible] بخاری [illegible] امام [illegible]
[illegible] قطان سے ثابت کریں [illegible] مقلد [illegible]
[illegible] مسلکی تعصبات اور بعض [illegible] فیصلہ میں آپ
قارئین پر چھوڑتا ہوں [illegible] سمجھیں۔

اعتراض [illegible] مقلد [illegible] حافظ ابن حجر [illegible] طبقاتی تقسیم پر [illegible] الطریق
صفحہ ۲۲ پر لکھتا ہے۔ [illegible] حافظ ابن حجر عسقلانی کی طبقاتی تقسیم کی وجہ سے غلط ہے
مثلاً۔

۱ [illegible] تقسیم [illegible] اصول [illegible] سے مخالف ہے
۲ [illegible] تقسیم [illegible] حافظ ابن حجر [illegible] شرح نخبۃ الفکر [illegible] اصول سے مخالف ہے

[illegible]

۳ یہ تقسیم [illegible] حافظ ابن حجر [illegible] ۹۱۳ [illegible]

۴ [illegible] تقسیم [illegible]

[illegible]

۵ [illegible]

حافظ ابن حجر [illegible] اصول [illegible]

[illegible] تقسیم [illegible] قائل [illegible] ابن حجر

[illegible]

[illegible] حافظ [illegible] تقسیم [illegible] حافظ [illegible]

[illegible] کتاب [illegible]

[illegible] حافظ ابن حجر [illegible]

[illegible] کتاب [illegible]

[illegible] تقسیم حافظ ابن حجر [illegible]

۶ یہ تقسیم حافظ ابن حجر [illegible] اصول [illegible]

[illegible]

۷ [illegible] تقسیم حافظ ابن حجر [illegible]

[illegible]

[illegible]

۸ [illegible] حافظ ابن حجر [illegible] تقسیم کے قائل [illegible]

[illegible]

(1) [illegible]

(2) [illegible]

(iii) حافظ محمد گوندلوی (محدث مجلہ ۱۹۹۰)

(iv) حافظ محمد عبداللہ روپڑی (فتاویٰ اہلحدیث ۲۶۸/۱)

(v) علامہ محب اللہ شاہ راشدی

(vi) علامہ قاسم راشدی

(vii) حافظ عبدالرؤف غیر مقلد (رسالہ الاعتصام ۱۹۹۰ ستمبر ص ۲۰)

(viii) غیر مقلد مولانا محمد حنیف (الاعتصام اگست ۲۰۰۸ ص ۲)

(ix) ارشاد الحق اثری غیر مقلد (توضیح الکلام ۵۹/۱)

(x) حافظ ثناء اللہ السعدی

(xi) مولانا [illegible]

(xii) حافظ محمد [illegible] روپڑی

(xiii) شمس الحق عظیم آبادی وغیرہ۔

یہاں پر عرض یہ ہے کہ جدید قسم کے علماء غیر مقلدین مناظروں میں یا چھوٹی کتابوں میں غیر مقلد زبیر علی زئی کے مقلد ہیں ان کی کوئی تحقیق نہیں ہے۔ لہٰذا ایسے جدید غیر مقلدین کا حوالہ دینا غلط اور خلاف تحقیق ہے۔

علاوہ ازیں علماء اہلسنت بریلوی اور دیوبندی سے جو تدلیس کا الزام وارد کیا ہے وہ سب کے سب ترکی بہ ترکی جواب ہیں۔ زبیر علی زئی غیر مقلد کو یہ معلوم ہونا چاہیے کہ الزامی جواب مناظروں میں تو کام آسکتے ہیں مگر تحقیقی میدان میں ان کی کوئی حیثیت نہیں ہوتی اور علماء احناف نے مکمل طور پر الزامی جواب بھی نہیں بلکہ یہ سوال کیا ہے کہ آپ خود تو مدلسین کی روایت پر اعتراض کریں مگر خود مدلس راوی سے استدلال بھی کریں۔ علماء اہلسنت کے ایسے قول کا جواب میں نے اپنی دوسری کتاب ترک رفع یدین [illegible] کا جواب صفحہ ۲۰ تا صفحہ ۲۸ پر [illegible] ملاحظہ کریں۔

[illegible] غیر مقلد [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible] غیر مقلد [illegible]

[illegible] تعریف [illegible]

[illegible] کتاب [illegible] تعریف [illegible]

[illegible]

[illegible] غیر مقلد [illegible]

[illegible] غیر مقلد [illegible] حدیث [illegible]

[illegible]

[illegible] غیر مقلد [illegible] حدیث [illegible]

[illegible]

قادیانیت انگریز کی ضرورت اور پیداوار

جب انگریزی سامراج پے در پے مظالم اور جبر و تشدد کے باوجود ہندوستانی مسلمانوں کے جذبۂ جہاد کو ختم نہ کر سکا تو 1869ء کے اوائل میں برٹش گورنمنٹ نے ممبران برٹش پارلیمنٹ، برطانوی اخبارات کے ایڈیٹر اور چرچ آف انگلینڈ کے نمائندوں پر مشتمل ایک وفد سر ولیم ہنٹر کی قیادت میں ہندوستان بھیجا تاکہ ہندوستانی مسلمانوں کو رام کرنے کا کوئی طریقہ دریافت کیا جا سکے۔ برطانوی وفد ایک سال تک مقیم رہا اور مختلف زاویوں سے تحقیقات کرتا رہا۔ 1870ء میں وائٹ ہال لندن میں اس وفد کا اجلاس ہوا جس میں اس وفد نے برطانوی راج کی ہندوستان میں آمد (The arrival of the british empire in India) کے عنوان سے دو رپورٹیں پیش کیں۔ جس کا خلاصہ یہ تھا کہ مسلمان چونکہ تمام مذاہب و عقائد سے اچھا سمجھتے ہوئے دیگر مذاہب کے پیروکاروں کے خلاف مسلح جنگ و جہاد کو فریضۂ دینی اور جہاد میں مرنا باعثِ فخر سمجھتے ہیں۔ چونکہ مسلمانوں کے مذہبی عقیدہ کے مطابق انگریزی حکومت ظالم حکومت ہے اس لیے مسلمان اس حکومت کے خلاف بغاوت اور جہاد میں مصروف رہتے ہیں جو برطانوی حکومت کے لیے مشکلات کا سبب ہے۔ اس کے ساتھ ہی ساتھ ہندوستانی مسلمانوں کی اکثریت اپنے روحانی اور مذہبی پیشواؤں کی اندھا دھند پیروی کرتی ہے۔ اگر کوئی ایسا شخص مل جائے جو انگریزی حکومت کے جواز اور اس کے خلاف بغاوت و جہاد کے حرام ہونے کی بات نبی کی طرح پیش کرے تو یہ شخص بہت کارگر ہو سکتا ہے۔

رسائی حاصل کر چکی تھی کہ اس سے برطانوی مفادات کے لیے خطرہ پیدا ہو سکتا ہے۔ اس لیے وہ کسی ایسے
منظم گروہ کی تلاش میں تھی ... برطانوی حکومت نے محسوس کیا کہ ایسے شخص کی تلاش شروع کی جائے جو برطانوی
حکومت سے تعاون کے لیے تیار ہو ... جس سے ہندوستان میں ... ظاہر جھگڑوں سے
دور ہو۔ ایسے شخص کی تلاش کی ذمہ داری مسٹر پارکنسن (PARINKSON)
کو سونپ دی گئی۔ کمیشن نے برطانوی ہندوستان میں ایک کمیشن کی مدد سے کافی چھان بین سے
چند اشخاص کو اپنے دفتر طلب کر کے انٹرویو لیا۔ بالآخر ان میں سے مرزا غلام احمد
قادیانی کو برطانوی مفادات کے تحفظ کے لیے نامزد کر دیا گیا اور اس کی سرکاری سرپرستی
شروع کر دی گئی۔ مرزا قادیانی ہی برطانوی مفادات کے تحفظ کے لیے موزوں ترین
شخص تھے؟ اس لیے کہ آپ کا خاندان شروع سے ہی برطانوی سامراج کی خدمت اور کاسہ
لیسی میں مشہور تھا۔ اس کا اعتراف خود مرزا قادیانی نے اپنی متعدد تحریروں میں کیا ہے بطور نمونہ
چند حوالے ملاحظہ فرمائیں۔

1۔ گورنمنٹ کا پکا خیر خواہ خاندان

میں ایک ایسے خاندان سے ہوں کہ جو اس گورنمنٹ کا پکا خیر خواہ ہے۔ میرا والد مرزا غلام
مرتضیٰ گورنمنٹ کی نظر میں ایک وفادار اور خیر خواہ آدمی تھا جن کو دربار گورنری میں کرسی ملتی
تھی اور جن کا ذکر مسٹر گریفن صاحب کی تاریخ رئیسان پنجاب میں ہے اور 1857ء میں
انہوں نے اپنی طاقت سے بڑھ کر سرکار انگریزی کو مدد دی تھی یعنی پچاس سوار اور
گھوڑے بہم پہنچا کر عین زمانہ غدر کے وقت سرکار انگریزی کی امداد میں دیئے تھے۔ ان خدمات کی وجہ
سے جو چٹھیات خوشنودی حکام ان کو ملی تھیں مجھے افسوس ہے کہ بہت سی ان میں سے گم
ہو گئیں مگر تین چٹھیات جو مدت سے چھپ چکی ہیں ان کی نقلیں حاشیہ میں درج کی گئی
ہیں۔ پھر میرے والد صاحب کی وفات کے بعد میرا بڑا بھائی مرزا غلام قادر خدمات سرکاری
میں مصروف رہا اور جب تموں کے گذر پر مفسدوں کا سرکار انگریزی کی فوج سے مقابلہ ہوا تو

سرکار انگریزی کی اطاعت کے لئے ... شائع کیے ہیں (کتاب البریہ ص 5,4,3 مندرجہ روحانی خزائن جلد 13 ص 6,5,4 مصنفہ مرزا غلام احمد قادیانی)

☆ پچاس برس سے وفادار جاں نثار خاندان

سرکار دولت مدار ایسے خاندان کی نسبت جس کو پچاس برس کے متواتر تجربہ سے ایک وفادار جاں نثار خاندان ثابت کر چکی ہے اور جس کی نسبت گورنمنٹ عالیہ کے معزز حکام نے ہمیشہ مستحکم رائے سے اپنی چٹھیات میں یہ گواہی دی ہے کہ وہ قدیم سے سرکار انگریزی کے پکے خیر خواہ اور خدمت گزار ہیں اس خود کاشتہ پودہ کی نسبت نہایت حزم اور احتیاط اور تحقیق اور توجہ سے کام لے اور اپنے ماتحت حکام کو اشارہ فرمائے کہ وہ بھی اس خاندان کی ثابت شدہ وفاداری اور اخلاص کا لحاظ رکھ کر مجھے اور میری جماعت کو ایک خاص عنایت اور مہربانی کی نظر سے دیکھیں ہمارے خاندان نے سرکار انگریزی کی راہ میں اپنے خون بہانے اور جان دینے سے فرق نہیں کیا۔ (مجموعہ اشتہارات جلد 3 ص 21 مرزا غلام احمد قادیانی)

☆ سلطنت انگریزی کی تائید اور حمایت میں پچاس الماریاں

میری عمر کا اکثر حصہ اس سلطنت انگریزی کی تائید اور حمایت میں گزرا ہے اور میں نے ممانعت جہاد اور انگریزی اطاعت کے بارے میں اس قدر کتابیں لکھی ہیں اور اشتہار شائع کیے ہیں کہ اگر وہ رسائل اور کتابیں اکٹھی کی جائیں تو پچاس الماریاں ان سے بھر سکتی ہیں۔ میں نے ایسی کتابوں کو تمام ممالک عرب اور مصر اور شام اور کابل اور روم تک پہنچا دیا ہے۔ میری ہمیشہ کوشش رہی ہے کہ مسلمان اس سلطنت کے سچے خیر خواہ ہو جائیں اور مہدی خونی اور مسیح خونی کی بے اصل روایتیں اور جہاد کے جوش دلانے والے مسائل جو احمقوں کے دلوں کو خراب کرتے ہیں ان کے دلوں سے معدوم ہو جائیں۔ (تریاق القلوب ص 28,27 مندرجہ روحانی خزائن جلد 15 ص 156,155 مرزا غلام احمد قادیانی)

☆ مجھے مسیح و مہدی ماننا ایمانی مسئلہ جس کا انکار کرنا ہے

[illegible]

[illegible] (مجموعہ اشتہارات جلد دوم ص19 از مرزا غلام احمد قادیانی)

گورنمنٹ کی بدخواہی کرنا ایک حرامی اور بدکار آدمی کا کام ہے

بعض احمق اور نادان سوال کرتے ہیں کہ اس گورنمنٹ سے جہاد کرنا درست ہے یا نہیں۔ سو یاد رہے کہ یہ سوال ان کا نہایت حماقت کا ہے کیونکہ جس کے احسانات کا شکر کرنا عین فرض اور واجب ہے اس سے جہاد کیسا۔ میں سچ سچ کہتا ہوں کہ محسن کی بدخواہی کرنا ایک حرامی اور بدکار آدمی کا کام ہے۔ (شہادت القرآن ص 84 مندرجہ روحانی خزائن جلد 6 ص380 از مرزا قادیانی)

جیسی خدا تعالیٰ کی اطاعت ویسی اس سلطنت کی اطاعت

دین اور مذہب جس کو میں بار بار ظاہر کرتا ہوں یہی ہے کہ اسلام کے دو حصے ہیں ایک یہ کہ خدا تعالیٰ کی اطاعت کریں دوسرے اس سلطنت کی جس نے امن قائم کیا ہو جس نے ظالموں کے ہاتھ سے اپنے سایہ میں ہمیں پناہ دی ہو سو وہ سلطنت حکومت برطانیہ ہے (شہادت القرآن ص84 مندرجہ روحانی خزائن جلد6 ص380 از مرزا قادیانی)

انگریزی سلطنت ایک رحمت و برکت ہے

سو انگریز جن کو لوگ کافر کہتے ہیں جو تمہیں ان خونخوار دشمنوں سے بچاتے ہیں اور ان کی تلوار کے خوف سے تم قتل کئے جانے سے بچے ہوئے ہو۔ ذرا کسی اور سلطنت کے زیر سایہ رہ کر دیکھ لو کہ تم سے کیا سلوک کیا جاتا ہے۔ سو انگریزی سلطنت تمہارے لئے ایک رحمت ہے تمہارے لئے ایک برکت ہے اور خدا کی طرف سے تمہاری وہ سپر ہے۔ پس تم دل و جان سے اس سپر کی قدر کرو (مجموعہ اشتہارات جلد سوم ص584 از مرزا غلام احمد قادیانی)

دنیا میں آنے کا مقصد گورنمنٹ انگریزی کی خیرخواہی

ہم دنیا میں فروتنی سے ساتھ رہنے ... گورنمنٹ
... جس کے ماتحت ہیں یعنی گورنمنٹ برطانیہ ... ہم ... کی
... اس ... تھے ... گورنمنٹ ... اس وقت میں مدد
... تیار ہیں ... خدا تعالیٰ کا شکر کرتے ہیں جس نے ایسی گورنمنٹ ... کے
سایہ میں رکھا ہے۔ (کتاب البریہ 17 ستمبر 20 تا 1897 روحانی
خزائن جلد 13 ص 18 ... غلام احمد قادیانی)

یہ حوالہ جات ... قادیانیت ... کا ... اور یہ
بات ... قادیانی ... سیاست کا ... تھا انگریز نے اپنی
ضرورت کے تحت قادیانی تحریک ... جب مرزا غلام احمد ... کی
... ہیں ... سیاست کا ... کی
... انگریز ... میں ... کی اطاعت ...
... غلام ... حکومت
... میں
... سمجھتے ... عقیدہ ... غیر مسلم ... حالت ... سے مل
... ہوگی۔ مگر ... کو مسلمان ... عقیدہ ...
... لہٰذا ... سمجھتے تھے ... تصور کرتے
تھے۔ مگر ... مسلمانوں کے اس ... عقیدہ ... تھے۔ یہ
... انگریز ... اسی ... کے
تحت ملک ... کی اطاعت ... قرار دینے لگا ... ہندوستان کو
... سمجھنے والے مسلمانوں کی تحریک ... لگا ... کا شکار ہو ...
کی حفاظت ... سے کام لیتا ہے اسی طرح ... انگریز ... نے ...

یت کو فروغ دیتے ہیں۔ مرزائی جماعت ... باقی مسلمانوں سے ...

... اور حکومت کے ساتھ ...

... کی نشر و اشاعت کا کام ہوتی رہی۔ 1919ء میں جب مولانا محمد علی جوہر نے تحفظ ...

خلافت اسلامیہ ... کی ... مسلمانوں کو انگریزوں کا ...

... اور ارض مقدس کو ... کے ہاتھوں میں جانے سے بچانے کے لیے تحریک ...

خلافت کے نام سے مسلمانوں کو بیدار کرنے کی مہم شروع کی ... مسلمان ... مولانا محمد علی ...

... اسلامی حکومت ... انگریزی حکومت ...

... ہو گئے تو مرزائی جماعت نے اس ...

... سرکار انگریزی کی ... مسلمانوں ... کا ...

... موجود ہیں ... انگریزی ... عقیدہ ...

... (پاکستان میں مرزائیت ص 25 تا 27 ...)

☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆

0300-9135893
0321-9952052

نوبل شوز

ہمارے ہاں ... دستیاب ہے

دوکان نمبر 2 ... چوک ...

رسک مینجمنٹ (Risk Management)

یہ ایک بدیہی حقیقت ہے اور فطرتِ انسانی کا تقاضا بھی کہ ہر انسان ماضی سے پیش آمدہ خطرات و مسائل کی روشنی میں حال کو اس سے بہتر بنانے اور مستقبل کے ممکنہ خطرات و مسائل سے بچنے کے لئے مختلف قسم کی تدابیر اختیار کرے اور ان خطرات کو یا تو مکمل ختم کرے یا پھر کسی حد تک ان میں کمی کرنے کی بھرپور کوشش کرے۔ تاریخ انسانی سے بنظر عمیق مطالعہ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ہر زمانے کے لوگوں نے اپنی اپنی سطح اور علم و سمجھ کی بنا پر رسک مینجمنٹ (Risk Management) یعنی کاروباری خطرات سے بچنے کی بھرپور کوششیں کی۔ جس کی وجہ سے ہر دور میں معروف خطرات سے بچنے کی خاطر مختلف قسم کے اسباب اور وسائل کا تعین کیا گیا۔ کسی خاص طریقہ کار کا انتخاب کیا جن کے استعمال سے وہ خود کو کاروباری نقصانات سے بچا سکیں۔

اس حوالے سے جب ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس دنیا میں تشریف آوری سے قبل یعنی زمانہ جاہلیت کے معاملات کو دیکھتے ہیں تو پتا چلتا ہے کہ اہلِ عرب میں بھی خطرات (Risks) کو کم یا کسی حد تک ختم کرنے کے لئے مختلف نوعیت کے طریقے مروج و معروف تھے مثلاً عاقلہ، ضمان خطر الطریق اور قبیلہ یا عشیرہ کا تحمل وغیرہ۔ ان صورتوں میں سے بعض کو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے من وعن (As it is) جاری رکھا اور بعض کو کچھ ضروری ترمیم (Alteration) اور اصلاح (Rectification) کے ساتھ قبول کر لیا گیا۔ عاقلہ کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی احادیث مبارکہ میں تعیین بھی فرمائی۔ تاہم کرم کی معلومات کے لئے ضمان خطر الطریق اور قبیلہ یا عشیرہ کے تحمل کی حقیقت

... تحریر و صحت صحیفہ تحریری شکل میں ... ہے ... سب سے عاقلہ نے تحت ... جاتا تھا

... قبیلے کا کوئی شخص کسی وجہ سے قبیلے نے ... غلطی سے قتل ... متعلق ...

... (جو سو اونٹ یا ان ...) ... سے مساوی قیمت ...

... باتی تھی، جو قاتل ... کیا کرتا تھا ... قبیلے نے ... اجتماعی طور ...

... سے ... ہوتے تھے اس طریقہ کار سے ایک شخص کا ... قبیلے میں

... ہو جاتا، جس کی وجہ سے ہر شخص سے با ... برداشت کر لیتا ... شخص

... سو اونٹ یا ان کی قیمت کا ... کرنا ... نہیں تو بہت مشکل ... خطرات

... کرنے کا یہ طریقہ کار حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ... میں بھی جاری (Risk

... آپ صلی اللہ علیہ وسلم ... ہے ... معلوم ہوتا ہے

... آپ صلی اللہ علیہ وسلم ... قبیلے ... عاقلہ

... تحت ... جبکہ ... خطر الطریق بھی خطرات ... اور یہ

... طرف منتقل کرنے کا ایک طریقہ ... عام طور پر ... تاجر ... ہے

... تجارت ... طریقے ... بچانے کی ... ہوتی ...

... قسم کا ... (Guarantor) ... نقصان کا ...

... خطرات کو کم کرنے کا یہ طریقہ ... موجودہ ... میں ...

... (Travelling Insurance) ... خطر الطریق کی مثال ہے ...

... صورت ... درست ... جہاں تک ... کا تعلق ہے تو اس

... میں ... ہے کہ ... خصوصاً ... قبیلے ... شخص ...

... ایک چادر میں ڈال دیا جاتا تھا اور بعد میں ان تمام ... (Mix) ... کر

... قبیلے کے تمام ... میں برابر ... تقسیم کر دیا جاتا تھا ...

... حضور صلی اللہ علیہ وسلم ... تک ... پسند ...

[illegible]

فرمایا [illegible] ترجمہ: [illegible] سے ہیں اور وہ مجھ سے ہیں [illegible] طرز عمل سے دونوں جماعتوں کی متبع حضرات دور کیا کرتے تھے۔

اسی طرح قرآن مجید میں بھی ایک مجبوری سے [illegible] کی مثالیں موجود ہیں۔ مثلاً جان بچانے [illegible] کی حالت میں [illegible] ایمان پر قائم رہتے ہوئے وقتی طور پر کلمہ کفر کہنے کی حالت [illegible] (Islamic Jurist/Experts of Islami Law) [illegible] سے جانب [illegible] (Constraint) سے تعبیر کیا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: من كفر بالله من بعد إيمانه إلا من أكره وقلبه مطمئن بالإيمان ولكن من شرح بالكفر صدراً فعليهم غضب من الله ولهم عذاب عظيم ☆ ترجمہ: جس نے ایمان [illegible] کے بعد اللہ کے ساتھ کفر کیا [illegible] ان پر اللہ تعالیٰ کا غضب اور ان کے لئے بڑا عذاب ہے مگر جس پر جبر (اکراہ) کیا گیا اور اس کا دل ایمان کے ساتھ مطمئن ہے [illegible] موجود نہیں ہے اور (سورۃ نحل، آیت نمبر [illegible])۔ یہ آیت حضرت عمار بن یاسر کی [illegible] نازل ہوئی جب کہ مشرکین نے [illegible] انہیں مجبور کیا [illegible] زبان سے کلمہ کفر کہا، پھر جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کہ تم نے اپنے دل کو کس حال پر پایا؟ عرض کی میرا دل ایمان پر بالکل مطمئن تھا، فرمایا کہ اگر وہ پھر ایسا کریں تو تم ایسا ہی کرنا چاہئے لیکن ایمان پر مطمئن رہنا چاہئے۔ اسی طرح میدان جنگ میں [illegible] بچاؤ کے لئے [illegible] کرنے کا حکم بھی رخصت کی ایک مثال ہے۔ جیسا کہ اللہ جل شانہ نے ارشاد فرمایا: وإذا كنت فيهم فأقمت لهم الصلاة فلتقم طائفة منهم معك وليأخذوا أسلحتهم فإذا سجدوا فليكونوا من ورائكم ولتأت طائفة أخرى لم يصلوا فليصلوا معك

وَلْيَأْخُذُوا حِذْرَهُمْ وَأَسْلِحَتَهُمْ وَدَّ الَّذِينَ كَفَرُوا لَوْ تَغْفُلُونَ عَنْ أَسْلِحَتِكُمْ وَأَمْتِعَتِكُمْ فَيَمِيلُونَ عَلَيْكُم مَّيْلَةً وَاحِدَةً وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ إِن كَانَ بِكُمْ أَذًى مِّن مَّطَرٍ أَوْ كُنتُم مَّرْضَىٰ أَن تَضَعُوا أَسْلِحَتَكُمْ وَخُذُوا حِذْرَكُمْ إِنَّ اللَّهَ أَعَدَّ لِلْكَافِرِينَ عَذَابًا مُّهِينًا ○

ترجمہ: اور (اے محبوب) جب آپ ان میں موجود ہوں (خوف کے وقت) پس نماز پڑھائیں تو چاہیے کہ ان میں سے ایک گروہ آپ کے ساتھ (کھڑا) ہو اور وہ اپنے ہتھیار لئے رہیں پھر جب وہ سجدہ کر لیں تو (اے مسلمانو!) وہ آپ کے پیچھے چلے جائیں اور دوسرا گروہ جس نے ابھی نماز نہیں پڑھی تو انہیں چاہیے کہ وہ آپ کے ساتھ نماز پڑھیں اور وہ (بھی) اپنی حفاظت کا سامان اور اپنے ہتھیار لئے رہیں کافر چاہتے ہیں کہ کسی طرح تم غافل ہو جاؤ اپنے ہتھیاروں اور اپنے سامان سے تو وہ تم پر یکبارگی حملہ کر دیں اور تم پر کچھ گناہ نہیں اگر تمہیں بارش کی وجہ سے تکلیف ہو یا تم بیمار ہو (اس حالت میں) کہ اپنے ہتھیار اتار رکھو اور اپنی حفاظت کا سامان لئے رہو بے شک اللہ نے تیار کر رکھا ہے کافروں کے لئے ذلت والا عذاب۔

(ترجمہ ماخوذ از انوار القرآن الحکیم، سورہ نساء) یہ آیت مسلمانوں کو صلوۃ الخوف کی حالت جنگ میں ادا کرنے کا حکم دیتی ہے۔ صلوۃ الخوف اس وقت ادا کی جاتی ہے جب مسلمان فوج اور کافروں کے ساتھ میدان جنگ میں برسر پیکار ہوں اور کسی بھی وقت مسلمانوں کے لئے خطرناک صورت ہو سکتی ہو۔ صلوۃ الخوف کی مختلف صورتیں بیان کی گئی ہیں مثلاً فوج دو گروہوں میں تقسیم ہو جائے جن میں سے ایک گروہ دشمن کے مقابل کھڑا رہے تاکہ انہیں حملہ کرنے کی جرأت نہ ہو اور ایک گروہ امام کے پیچھے نماز ادا کرے اور جب یہ گروہ نماز سے فارغ ہو جائے تو پہلے کی جگہ سنبھال لے اور انہیں نماز کا موقع دے اور اس طرح نماز کی تکمیل کرے۔ صلوۃ الخوف کے اس طریقے سے بھی اسلام میں نماز کی اہمیت ظاہر ہوتی ہے۔

قرآن مجید میں حضرت یوسف علیہ السلام کی بیان کردہ تعبیر کے واقعہ میں بھی رسک مینجمنٹ کی مثال موجود ہے کہ انہوں نے مستقبل میں پیش آمدہ رسک (خطرات) کو کور (Cover) کرنے کے لئے اناج ذخیرہ کرنے کی تدبیر بتائی۔ قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے: قَالَ تَزْرَعُوْنَ سَبْعَ سِنِیْنَ دَاَبًا فَمَا حَصَدْتُّمْ فَذَرُوْهُ فِیْ سُنْۢبُلِهٖۤ اِلَّا قَلِیْلًا مِّمَّا تَاْكُلُوْنَ ☆ ترجمہ: ”فرمایا (یوسف نے) تم حسب عادت سات برس تک کھیتی کروگے تو جو کھیتی تم کاٹو اسے اس کی بالی میں چھوڑ دو مگر تھوڑا سا جتنا تم کھاؤ۔ (سورۃ یوسف، آیت نمبر ۴۷، ترجمہ ماخوذ از البیان القرآن الحکیم)۔“ سورۃ یوسف کی اس آیت کریمہ پر غور کرنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ چونکہ حضرت یوسف علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے تعبیر کا علم عطا فرمایا تھا لہذا انہوں نے جان لیا کہ قوم آئندہ آنے والے سالوں میں ایک خطرے سے دوچار ہوگی لہذا نہ صرف انہوں نے قوم کو خطرے سے آگاہ فرمایا بلکہ انہیں اس خطرے سے بچنے کی تدبیر بھی بتادی کہ قوم سات سال تک متواتر کاشتکاری کرے اور جو غلہ تیار ہو اسے کاٹ کر بالیوں سمیت ہی ذخیرہ کرلیں تاکہ ان میں غلہ محفوظ رہے اور جب قحط سالی پڑے تو وہ ذخیرہ شدہ غلے کو استعمال کرسکیں۔ اسی طرح سورۃ کہف میں مذکور حضرت موسیٰ اور حضرت خضر علیہما السلام کے کشتی والے واقعہ میں بھی رسک مینجمنٹ کا تصور موجود ہے یعنی اس امکانی خطرے کے تدارک کے لیے کہ بادشاہ اچھی کشتی کو غصب کرلیتا تھا، حضرت خضر علیہ السلام نے مسکینوں کی کشتی کو عیب دار بنادیا۔

بعض ماہرین رسک مینجمنٹ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سفر ہجرت کو رسک مینجمنٹ کی بہترین عملی مثال قرار دیا ہے۔ وہ اس طرح کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کاشانۂ اقدس کا جب کفار نے حصار کرلیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اپنے بستر پر اپنی سبز چادر مبارک کے ساتھ لٹادیا تاکہ کفار کی توجہ اس بستر پر رہے اور آپ بڑی آسانی کے ساتھ مکان مبارک سے نکل سکیں لہذا ایسا ہی ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ

(بقیہ صفحہ نمبر 37 پر)

علامہ مفتی سردار علی خان☆

مسائل شرعیہ اور انکا حل

سوال نمبر ۱: اللہ میاں کہنا کیسا ہے؟ السائل: حاجی اسد علی (پوڑ میانہ اٹک)

جواب: اللہ تعالیٰ کی ذات بہت ارفع و اعلیٰ اور برتر و بالا ہے۔ کوئی شئی اسکی مثل نہیں ہے۔ اسمائے الٰہی کے بارے میں ارشاد باری تعالیٰ ہے: (ترجمہ) ”تم فرماؤ اللہ کہہ کر پکارو یا رحمٰن کہہ کر جو کہہ کر پکارو سب اسی کے اچھے نام ہیں“۔ (کنز الایمان) سورۃ بنی اسرائیل آیت ۱۱۰۔ نیز فرمایا: (ترجمہ) ”اور اللہ ہی کے ہیں بہت اچھے نام تو اسے ان سے پکارو اور انہیں چھوڑ دو جو اس کے ناموں میں حق سے نکلتے ہیں وہ جلد اپنا کیا پائیں گے“۔ (کنز الایمان) سورہ الاعراف آیت ۱۸۰۔ تفسیر جلالین کے حاشیہ میں ہے: (ترجمہ) حسنیٰ ہونے کا معنی ہے کہ تمام اسمائے الٰہی تقدیس، تعظیم، تمجید (بزرگی) اور صفات جلال و کمال پر مشتمل ہیں“۔ (تفسیر جلالین ص۲۳۹)۔ ”میاں“ کے معانی فیروز اللغات میں یہ لکھے ہیں: آقا، والی، وارث، خداوند، مالک، سرکار، حضور، حاکم، سردار، (۲) صاحبزادہ، بیٹا۔ (۳) خاوند، شوہر، خصم۔ (۴) جناب، جناب عالی۔ (۵) یار، دوست، بھائی۔ (۶) استاد۔ (۷) شہزادہ، صاحب عالم، امیر زادہ، (فیروز اللغات ص۱۳۹۰ امری)۔ ان میں کئی معانی خدا کی شان کے لائق نہیں ہیں۔ جبکہ تفسیر مظہری عربی ص۳۲۸/۳ مطبوعہ کوئٹہ میں بھی ہے کہ اسمائے الٰہی تعظیم پر مشتمل ہوں۔ امام احمد رضا خان محدث بریلوی علیہ الرحمہ ایک سوال کے جواب میں لکھتے ہیں: ”سوال میں اسم جلالت (اسم اللہ) کے ساتھ لفظ میاں مکتوب ہے یہ ممنوع و معیوب ہے۔ زبان اردو میں

☆ شیخ الحدیث ومفتی جامعہ [illegible] 24-H [illegible] 0300-5493828

"میاں" کے تین معنی ہیں جن میں دو اس پر محال ہیں اور شرع سے ورود نہیں لہذا اس کا اطلاق ممنوع نہیں"۔ (فتاویٰ رضویہ ص ۲۹ جلد ششم مطبوعہ کراچی)۔ لہذا اس طرح کہنے لکھنے سے پرہیز کرنا چاہیے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

سوال نمبر 2: نماز شروع کرنے سے پہلے اگر انسان موبائل بند کرنا بھول جائے اور دوران نماز کال آ جائے تو کیا اسے حالت نماز میں ہی بٹن دبا کر بند کر سکتے ہیں۔ اگر کر سکتے ہیں تو کس طرح؟۔ السائل: مسعود ثاقب۔ (چاکی گوجر خان)

جواب: فقہائے کرام علیہم الرحمۃ نے صراحت سے لکھا ہے کہ عمل کثیر سے نماز ٹوٹ جاتی ہے۔ لہذا اگر عمل قلیل (جسے کرتے ہوئے دیکھنے والا یہ گمان نہ کرے کہ یہ شخص نماز نہیں پڑھ رہا ہے) سے بند کر سکتا ہے تو کر دے ورنہ نماز کو ٹوٹنے سے بچائے۔ اس بارہ میں ہم سب کی ذمہ داری بنتی ہے کہ اوقات نماز کا ضرور خیال رکھا جائے۔ نیز پھر بھی اگر اوقات نماز میں (کال کرنے والا) تین بار فون جانے کے بعد فون بند کر دے اور گھنٹی نہ دی جائے تو بہت بہتر ہوگا۔ یعنی فون کرنے والا تین بار اپنے فون کی آواز سنائی دینے کے بعد فون بند کر دے۔

سوال نمبر 3: بعض لوگوں نے قرآنی آیات کو اپنے موبائل میں بطور ٹونز لگا رکھا ہے۔ جب کال آتی ہے تو آیت کی تلاوت کی آواز آتی ہے۔ جب بٹن دبایا جاتا ہے تو آیت نامکمل رہ جاتی ہے اسکے بارے میں شرعی حکم کیا ہے؟ السائل: چودھری ریاض (واہ کینٹ)

جواب: آج کے جدید دور میں موبائل فونز پہ طرح طرح کی ٹونز ہوتی ہیں۔ بندہ کے خیال میں چونکہ موبائل آدمی کی جیب میں ہوتا ہے اور کال کا کوئی پتہ نہیں ہوتا کب آ جائے۔ بیت الخلاء میں بھی آ جاتی ہے۔ لہذا تلاوت نعت درود پاک یا کوئی اسلامی شعار کی ٹون نہ لگائی جائے تا کہ توہین نہ ہو۔ اسی طرح تلاوت کو درمیان سے بند کرنا بھی اس سے نفرت کا اشارہ سمجھا جا سکتا ہے یعنی توہین کا شائبہ ہو سکتا ہے لہذا ایسی ٹونز سے اجتناب ہی بہترین حل

سوال نمبر 4: مسجد میں اگر نمازی جماعت کے انتظار میں بیٹھے ہوں تو کیا انہیں سلام کرنا چاہئے یا نہیں؟

السائل: رانا محمد شکیل (واہ کینٹ)

جواب: سلام اسلام کا شعار اور امن و سلامتی کی ایک جامع ہمہ وقتی دعا ہے۔ مگر کمال یہ ہے کہ سلام کے آداب و مواقع ہیں۔ مسئولہ صورت کے متعلق فتاوی عالمگیری میں ہے:
(ترجمہ) سلام ملاقاتیوں کی دعا ہے اور جو لوگ مسجد میں تلاوت قرآن مجید، تسبیح (ذکر و اذکار) یا نماز کے انتظار میں بیٹھے ہوتے ہیں وہ آنے والوں سے ملنے کیلئے نہیں بیٹھے ہوتے اس واسطے یہ سلام کرنے کا وقت (موقع) نہیں ہے لہذا انہیں (بیٹھے ہوؤں کو) سلام نہ کیا جائے اسی واسطے علماء نے فرمایا ہے کہ اگر آنے والے نے بیٹھے ہوئے نمازیوں کو سلام کیا تو انہیں اجازت ہے کہ سلام کا جواب نہ دیں۔ یوں ہی منیہ میں لکھا ہے۔" (فتاوی عالمگیری ص ۳۲۵/۵ مطبوعہ کوئٹہ ۱۹۸۲ء) یعنی آنے والے نے بے موقع محل کام کیا لہذا جواب لازم نہیں ہے۔ واللہ تعالی اعلم واحکم بالصواب